عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ماہنامہ
لولاک
ملتان

ربیع الثانی ۱۴۲۸ھ
مئی 2007ء

شمارہ ۴ جلد ۳۹/۱۱

- ایک دردمندانہ اپیل
- معاشرتی اصلاح کے متعلق چند زریں ہدایات
- صفائی معاملات اور حقوق کی ادائیگی
- اقبالؒ اور قادیانیت تحقیق کے نئے زاویے
- مولانا ظفر علی خانؒ اور فتنہ قادیانیت

www.khatm-e-nubuwwat.com
E-mail: mahanamalolaak@yahoo.com

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان

ماہنامہ لولاک ملتان

شمارہ ۴ .... جلد ۳۹/۱۱

بیاد

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ — مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ — مناظر اسلام مولانا لال حسین اخترؒ

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ — فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیاتؒ

حضرت مولانا عبدالرحمن میانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہؒ — شیخ الحدیث مولانا مفتی احمد الرحمنؒ

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ — حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوریؒ

حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خانؒ — صاحبزادہ طارق محمودؒ

بانی: مجاہد ختم نبوۃ حضرت مولانا تاج محمود رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی: خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد دامت برکاتہم

زیر سرپرستی: پیر طریقت حضرت مولانا شاہ نفیس الحسینی مدظلہ العالی

نگران اعلیٰ: حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نگران: حضرت مولانا اللہ وسایا

چیف ایڈیٹر: حضرت مولانا عزیز احمد

ایڈیٹر: صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

سرکولیشن منیجر: رانا محمد طفیل جاوید

منیجر: قاری محمد حفیظ اللہ

کمپوزنگ: یوسف ہارون

مجلس منتظمہ

علامہ احمد میاں حمادی	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا بشیر احمد	حافظ محمد یوسف عثمانی
مولانا محمد اکرم طوفانی	حافظ محمد ثاقب
مولانا عزیز الرحمن ثانی	مولانا فقیر اللہ اختر
مولانا مفتی حفیظ الرحمن	مولانا محمد نذر عثمانی
مولانا قاضی احسان احمد	مولانا غلام حسین
مولانا محمد طیب فاروقی	مولانا محمد اسحاق ساقی
مولانا محمد قاسم رحمانی	مولانا غلام مصطفیٰ
مولانا عبدالستار حیدری	مولانا عبدالحکیم نعمانی
چوہدری محمد اقبال	مولانا محمد علی صدیقی
مولانا محمد حسین ناصر	مولانا عبدالرزاق

رابطہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

فون: ۴۵۱۴۱۲۲ فیکس: ۴۵۴۲۲۷۷

ناشر: عزیز احمد — مطبع: تشکیل نو پرنٹرز ملتان — مقام اشاعت: جامع مسجد ختم نبوۃ حضوری باغ روڈ ملتان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کلمتہ الیوم!

ایک دردمندانہ اپیل	جناب عرفان صدیقی	3

مقالات ومضامین!

معاشرتی اصلاح کے متعلق چند زریں ہدایات	مولانا سید صدیق احمدؒ	6
حضرت جنید بغدادیؒ کا پہلا وعظ	جناب سید شمشاد حسین	13
صفائی معاملات ادائیگی حقوق	حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی	14
صاحبزادہ طارق محمود نقیب ختم نبوت	جناب شیخ محمد بشیر	17
سورہ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت	جناب سید شمشاد حسین	20
مجاہد کی مسافت ومنزل	جناب صاحبزادہ مبشر محمود	21
حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ حیات وخدمات	حضرت مولانا محمد اسماعیل	23

ردقادیانیت!

اقبال اور قادیانیت تحقیق کے نئے زاویے	ایس اے یو	26
مولانا ظفر علی خان اور فتنہ قادیانیت	جناب عنایت اللہ نسیم	32
تحریف قرآن کی ایک نئی سازش	حضرت مولانا مشتاق احمد	39
مسئلہ ختم نبوت کے عظیم الشان دلائل	حضرت مولانا محمد اسماعیل	45

متفرقات!

جماعتی سرگرمیاں	ادارہ	46

بسم اللہ الرحمن الرحیم!

کلمتہ الیوم!

ایک دردمندانہ اپیل!

اس وقت ملک میں جامعہ حفصہ اسلام آباد کے مسئلہ میں شدید بحرانی کیفیت ہے۔ اس سلسلہ میں ہم لولاک میں قلم اٹھانا چاہتے تھے کہ اس اثناء میں روزنامہ نوائے وقت کے کالم نگار جناب عرفان صدیقی صاحب کا مضمون شائع ہوا۔ جو ان کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہے ہیں۔ ادارہ!

جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے بارے میں کچھ لکھتے ہوئے میں بڑی مشکل میں ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن سے میں گہرا تعلق خاطر رکھتا ہوں۔ ان کا مقدمہ لڑتے ہوئے مجھے کبھی الجھن کا سامنا نہیں ہوا۔ کبھی اس احساس کمتری نے ڈنک نہیں مارا کہ لوگ مجھے بنیاد پرست کہیں گے اور کبھی اس وسوسے نے نہیں جکڑا کہ میں روشن خیالوں کی صف میں شمار نہیں ہوسکوں گا۔ دین کے نام لیوا اور اسلام کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دینے والے لوگ ہمیشہ میرے دل میں رہے ہیں۔ دینی مدارس کے دفاع کو ہمیشہ میں نے اپنا فرض عین جانا۔ برقی قمقموں سے جگمگاتی اس دنیا میں مٹی کے یہ دیئے دینی نظریاتی اور تہذیبی تشخص کے قلعے ہیں۔ نفسا نفسی اور حرص و ہوس کی اس اندھیر نگری میں، مولوی، ہمارا محسن ہے کہ اس نے معاشرے کو کچھ قدروں سے باندھ رکھا ہے۔ روشن خیالی کے مبلغ اسی لئے دینی مدارس کے درپے ہیں کہ مزاحمت کے یہ قلعے مسمار ہو جائیں۔ وہ اسی لئے علمائے کرام کی تضحیک کو اپنا منشور بنائے ہوئے ہیں کہ لادینیت کے لشکروں کے سامنے کھڑا رہنے والا کوئی مرد کار باقی نہ رہے وہ اسی لئے دینی مدارس کے نصاب سے کھیل رہے ہیں کہ اس روح محمد ﷺ پر ضرب کاری لگائی جائے جو ہزار مشکلات کے باوجود زندہ و بیدار ہے اور جو طاغوت کی ہر یلغار کے بعد قوی تر ہو جاتی ہے۔ مجھے اس بات کی خبر ہے کہ لال مسجد کا اصل قصور کیا ہے اور وہ کیوں والیان ریاست کے دلوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ مسجد کے فرشتہ خو اور جری خطیب حضرت مولانا محمد عبداللہ کو سرعام شہید کر دیا گیا۔ پاکستان میں شہادت پانے والے بیسیوں علمائے کرام کی طرح آج تک مولانا عبداللہ شہیدؒ کے قاتلوں کا سراغ بھی نہیں ملا۔ اپنے عظیم والد کی مسند پر فروکش ہونے والے مولانا عبدالعزیز نے بھی حق گوئی و بے باکی کا چلن نہ چھوڑا اور اپنے شہید والد کی روح کو آسودہ رکھا۔ ان کے برادر اصغر مولانا عبدالرشید غازی نے اس مشن میں اپنے بھائی کا بھرپور ساتھ دیا۔ لال مسجد سے منسلک جامعہ حفصہ اور ای سیون میں واقع جامعہ فریدیہ ایک عرصے سے حکومت کی ہٹ لسٹ پر ہیں۔ حالیہ احتجاج اور چلڈرن لائبریری پر قبضے سے کئی ماہ قبل دونوں بھائی رنگا رنگ مقدمات میں جکڑ دیئے گئے تھے۔ عبدالرشید غازی کو تو باقاعدہ ''دہشت گرد'' قرار دے دیا گیا تھا۔ لال مسجد سے اس پرکاش کے کئی محرکات ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

اسلام آباد کی کچھ مساجد شہید کئے جانے اور مدارس کو نوٹس جاری ہونے کے بعد لال مسجد اور جامعہ حفصہ سے احتجاج کی آواز اٹھی تو ملک بھر کے علمائے کرام نے اس کا ساتھ دیا۔ اپنے مطالبات کو اجاگر کرنے کے لئے طالبات نے چلڈرن لائبریری پر قبضہ کرلیا تو بھی اسے احتجاجی معمول کا حصہ مان لیا گیا۔ کراچی سے پشاور تک سارے علمائے کرام متحرک ہوگئے۔ ان کے قافلے اسلام آباد میں اترنے لگے۔ جید اور بزرگ علمائے کرام نے مولانا عبدالعزیز سے ملاقات کی۔ انتظامیہ کے ذمہ داروں سے ملے۔ مذاکرات کے عمل میں کئی نشیب وفراز آئے۔ پاکستان کا کوئی قابل ذکر عالم دین ایسا نہ تھا۔ جس نے اس کار خیر میں حصہ نہ لیا ہو۔ بالآخر ایک معاہدہ طے پاگیا۔ جس کے تحت حکومت نے تسلیم کرلیا کہ شہید کردہ مساجد دوبارہ تعمیر کردی جائیں گی۔ آئندہ کسی مسجد یا مدرسے کے بارے میں کوئی اقدام علمائے کرام اور انتظامیہ کے ارکان پر مشتمل کمیٹی کی متفقہ منظوری کے بغیر نہیں اٹھایا جائے گا۔ اگرچہ حکومت کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں وہ شامل نہ تھے۔ جن کا حکم سکہ رائج الوقت کا درجہ رکھتا ہے۔ لیکن مقتدر علمائے کرام کی ضمانت بہرحال وزنی تھی۔ اس کے بعد گمان غالب یہی تھا کہ چلڈرن لائبریری کا قبضہ واگزار کردیا جائے گا اور معاملہ خوش اسلوبی سے حل ہوجائے گا۔

علمائے کرام کی مساعی اس اعتبار سے بے ثمر رہیں کہ لال مسجد نے معاہدے پر اپنے تحفظات کا اظہار کیا۔ علماء کا ایک وفد قاری محمد حنیف جالندھری صاحب کے ہمراہ مجھے ملنے آیا اور کہا کہ میں جامعہ کی طالبات اور مولانا حضرات سے بات کروں۔ مجھے اس میں تذبذب تھا۔ لیکن علمائے کرام اور جناب اعجاز الحق کے کہنے پر میں جامعہ حفصہ کی طالبات کی ایکشن کمیٹی سے ملا۔ مولانا عبدالرشید غازی اور مولانا عبدالعزیز سے تفصیلی ملاقات کی۔ اس کا کوئی مثبت نتیجہ نہ نکلا۔ مولانا عبدالعزیز کا اصرار تھا کہ مساجد اور مدارس کے معاملات کے علاوہ اسلامی نظام کے نفاذ کا واضح اور فوری اعلان ان کا بنیادی مطالبہ ہے۔ جسے تسلیم کئے بغیر احتجاج جاری رہے گا۔

اس کے بعد میں اس معاملے سے لاتعلق ہوگیا۔ لیکن برطانیہ اور سعودی عرب کے حالیہ دوروں کے دوران مجھے بے حد حیرت ہوئی کہ جب کم وبیش ہر محفل میں ہر شخص نے لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے بارے میں اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ سمندر پار پاکستانی عدلیہ کے بحران سے بھی زیادہ اس موضوع پر مضطرب تھے۔ میرے لئے دکھ کا پہلو یہ بھی تھا کہ ان میں کسی کی رائے لال مسجد کی انتظامیہ کے موقف سے ہم آہنگ نہ تھی۔ میں نے اپنی ہمدردانہ وابستگی کے تناظر میں کچھ کہنا چاہا تو لوگوں کو ناگوار گزرا۔ میں پوری دلسوزی اور دردمندی کے ساتھ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ان کی برادر بچیوں کی تصویروں نے بھی کچھ اچھا تاثر قائم نہیں کیا۔ بلکہ اس سے مغرب کے منفی پراپیگنڈے کو تقویت ملی۔ چلڈرن لائبریری پر مستقل قبضے سے بھی اصل کاز کو نقصان پہنچا۔ نفاذ دین کی آرزو اور مساعی سے کون اختلاف کرسکتا ہے۔ لیکن ہر مشن ایک انداز کار مانگتا ہے۔ حکمت ودانش اور تدبر وبصیرت کو مومن کی میراث کہا گیا ہے ریاست کیسی ہی کیوں نہ ہو۔ کسی نظم پر چلتی ہے۔ یہ نظم اسلام کے تقاضوں کے منافی ہو تو ذہن وقلب کی تطہیر، فکر ونظر کی تربیت اور سیرت وکردار کے تزکیہ کے لئے لمبی جدوجہد درکار ہوتی ہے۔ معاشرے کو ایسے صالح خطوط پر استوار کرنا

ہوتا ہے کہ مروجہ نظم ہی اسلامی انقلاب کا ذریعہ بن جائے۔ اس ضمن میں بہترین رہنمائی اسوۂ رسول ﷺ سے ملتی ہے۔ میں عالم دین نہیں نہ ہی شرعی وفقہی مسائل کی نزاکتوں سے آگاہ ہوں۔ لیکن ایک ریاست کے اندر ریاستی ضابطوں سے متصادم اپنے نظریہ وموقف کے مطابق اسلام کی تعبیر وتشریح اپنے نظام قضا اور نظام جزا وسزا کی تشکیل اور اپنی قوت نافذہ کو بروئے کار لانا ایسا اقدام ہے۔ جسے علماء کی بھاری اکثریت درست خیال نہیں کرتی۔ صوبہ سرحد میں مجلس عمل کی حکومت ہے۔ جسے عوام نے نفاذ دین کا مینڈیٹ بھی دیا ہے اور جو تمام فقہی مسالک کی نمائندگی بھی کرتی ہے۔ خود مولانا فضل الرحمٰن، علمائے لال مسجد کے ہم مسلک ہیں۔ لیکن صوبہ سرحد میں بھی (حکومتی اتھارٹی رکھنے کے باوجود) نفاذ شریعت کا یہ طریقہ کار نہیں اپنایا گیا۔ حسبہ بل ابھی تک صرف اسی لئے عملی شکل اختیار نہیں کرسکا کہ ریاستی نظم سے انحراف ممکن نہیں۔

معلوم نہیں میرے عزیز ومحترم علمائے لال مسجد کو اندازہ ہے یا نہیں کہاں کی حکمت عملی سے حکومت کو تقویت ملی ہے اور اسلام کا بے پناہ درد رکھنے والوں کو مایوسی ہوئی ہے۔ رائے عامہ ان سے ہم آہنگ نہیں خود مولانا عبدالعزیز کی سپاہ یعنی علمائے کرام ان سے مطمئن نہیں۔ وہ فاصلے پر چلے گئے ہیں اور چپ سادھ لی ہے۔ حکومت مخالف اپوزیشن بھی ان کی ہمنوائی پر آمادہ نہیں اور ہم جیسے خدام بھی اس حکمت عملی کا ساتھ دینے کا حوصلہ نہیں پاتے۔

نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اجر وثواب کا تعین بھی وہی کرتا ہے۔ کسی کو قابل محترم علمائے لال مسجد کی نیک نیتی اور عزم خیر پر حکم لگانے کی ضرورت نہیں۔ بارگاہ الٰہی میں ان کے مرتبہ ومقام کی خبر اسی علیم وخبیر کو ہے۔ لیکن نظام کائنات صرف نیتوں پر استوار نہیں۔ سو میں علماء کی خاک پا ہونے کے ناتے ایک بار پھر مولانا عبدالعزیز اور مولانا عبدالرشید غازی سے دست بستہ التماس کرتا ہوں کہ وہ اپنی حکمت عملی پر نظر ثانی کریں۔ ایک بار پھر ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچیں کہ کیا اس سے واقعی اسلام نافذ ہو جائے گا؟ ایک بار پھر غور فرمائیں کہ اس سے ان لوگوں کے عزائم کو تقویت تو نہیں مل رہی جو اسلام سے خبث باطن رکھتے اور اسے دہشت گردی سے تعبیر کرتے ہیں؟ اور وہ اس نکتے پر بھی ضرور تفکر فرمائیں کہ اکبر بگٹی جیسے جنگجو کو بلوچستان کے پہاڑوں میں مچھر کی طرح مسل دینے اور لال مسجد سے چند سو گز دور بیٹھے وزیر اعظم کو آن واحد میں زنجیریں ڈال دینے والی منہ زور قوت مسمی صورت بنائے چپ چاپ کیوں کھڑی ہے؟۔ (عرفان صدیقی بشکریہ نوائے وقت ملتان، ۸/ اپریل ۲۰۰۷ء)

ضروری اعلان!

قارئین لولاک سے گزارش ہے کہ جلد کی تبدیلی کے بعد جن حضرات کا سالانہ چندہ ختم ہو چکا ہے اور انہیں دفتر ماہنامہ لولاک کی طرف سے بذریعہ خط آگاہ بھی کیا جا چکا ہے۔ لیکن تاحال چندہ ارسال نہیں کیا۔ براہ کرم! چندہ ارسال فرما کر مشکور فرمائیں نیز رسالہ جاری رکھنے یا نہ رکھنے کے متعلق بذریعہ خط آگاہ فرمائیں۔

خط وکتابت کرتے وقت خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ ادارہ

معاشرتی اصلاح کے متعلق چند زریں ہدایات!

حضرت مولانا قاری سید صدیق احمدؒ

لڑکیوں کی پرورش کرنے اور ان پر خرچ کرنے کی فضیلت

فرمایا آج کل لڑکیوں کے پیدا ہو جانے کو عیب سمجھا جاتا ہے۔ لڑکا پیدا ہونے سے تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے سے خوشی نہیں ہوتی۔ کفار مکہ کا بھی یہی حال تھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بہت برا سمجھتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ یہی حال آج امت کا ہو رہا ہے کہ لڑکی کی پیدائش کو منحوس سمجھتے ہیں۔ حالانکہ لڑکیوں پر خرچ کرنے میں جتنا ثواب ملتا ہے لڑکوں پر خرچ کرنے میں اتنا ثواب نہیں ملتا۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک صحابی نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تیری وہ لڑکی جو تیری طرف لوٹا دی جائے۔ لڑکی کے باپ کے پاس لوٹنے کی یہی شکل ہوتی ہے کہ یا تو وہ بیوہ ہو جائے یا مطلقہ ہو جائے۔ یا اس کا شوہر اس کو اچھی طرح رکھتا نہ ہو۔ ایسی حالت میں بیچاری کہاں جائے۔ اپنے میکہ ہی تو جائے گی۔ اپنے ماں باپ، بھائی کے پاس ہی تو رہے گی۔ یہاں نہ جائے گی تو پھر کہاں جائے گی۔ اپنے ماں باپ اور بھائی بھی اس کے نہ ہوں گے تو کون ہوگا۔

بعض لوگوں کو دیکھا کہ لڑکی کی شادی ہو جانے کے بعد پھر اس کے ساتھ لڑکی جیسا سلوک نہیں کرتے۔ اس کے ساتھ اجنبیوں جیسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اچھے خاصے پڑھے لکھے دیندار لوگوں تک کو اس میں مبتلا دیکھا ہے۔ ارے اس بیچاری کی اگر بھائی کی بیوی سے نہیں بنتی تو ماں باپ اور بھائی تو ہیں ان کو تو خیال کرنا چاہئے۔ تعجب ہے کہ وہ بھی خیال نہیں کرتے۔

لڑکی کی اہمیت

فرمایا آج کل لڑکی پیدا ہونے کو بہت معیوب سمجھتے ہیں۔ لڑکا پیدا ہونے کی تو خوشی ہوتی ہے لڑکی پیدا ہونے کی خوشی نہیں ہوتی۔ لڑکا پیدا ہو تو عقیقہ میں دو بکرے ذبح کر دیں گے، دعوت کریں گے، خوشیاں منائیں گے۔ لڑکی پیدا ہو تو عقیقہ ہی نہ کریں گے۔

حالانکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس کے لڑکی پیدا ہوئی اور اس نے اس کو اچھی طرح پالا، تربیت کی، شادی کی اس کے لئے جنت ہے۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ وہ عورت بڑی برکت والی ہے جس کے پہلے لڑکی پیدا ہو۔ راقم الحروف نے عرض کیا کہ حضرت معمولات نبوی میں یہ حدیث منقول ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اور بھی جگہ ہے۔ مفسرین نے بھی نقل کی ہے۔

اور ایک حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ سے ایک صحابی نے پوچھا کہ میرے مال کا سب سے اچھا مصرف کیا ہے؟ (یعنی مال کہاں خرچ کروں) حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری بیٹی جو تم پر لوٹا دی جائے خواہ اس وجہ سے کہ بیوہ ہو گئی۔ اس کا شوہر مر گیا۔ یا اس وجہ سے کہ اس کے شوہر نے اس کو چھوڑ دیا یا طلاق دے دی۔ اب ایسے حالات میں ماں، باپ کی بھی نگاہیں پھر جاتی ہیں۔ باپ اپنی بیٹی کو بھول جاتا ہے۔

جھانسی میں ایک مرتبہ میرا جانا ہوا ایک صاحب کے یہاں صبح کے وقت ٹھہرنا ہوا تھا۔ ایک لڑکا صاف ستھرے اچھے کپڑے پہنے ہوئے آیا اس کو گود میں بٹھالیا۔ مٹھائی وغیرہ کوئی چیز کھانے کو دی۔ تھوڑی دیر میں ایک اور بچہ پرانے گندے کپڑے پہنے ہوئے خستہ حالت میں آیا اس کو دیکھ کر کہا بس آ گئے۔ لگ گئی خوشبو، کتوں کی طرح بھاگے چلے آئے۔ دھتکار کر بھگایا اور مجھ سے فرماتے ہیں کہ مولانا یہ میرا نواسہ ہے۔ مجھ سے تو اپنا خرچ پورا نہیں ہوتا ان کا کہاں سے پورا کروں۔ لڑکی ہے میرے سر پڑ گئی مجبور ہوں۔ مجھے بہت ناگوار ہوا میں ناراض ہو کر وہاں سے چلا آیا کہ ایسے شخص کے یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ باپ بھی بے چاری لڑکی کا نہ ہوگا تو دنیا میں کون اس کا ہوگا۔

شادی میں تاخیر نہ کریئے

ایک صاحب نے آکر اپنے لڑکے کے متعلق حضرت سے کچھ مشورے لئے اور ان کا لڑکا چند سال قبل مدرسہ میں زیر تعلیم بھی تھا۔ اب کسی مدرسہ میں پڑھانے کی بات چل رہی تھی۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کہیں سلسلہ لگا دیجئے۔ حضرت نے فرمایا وہ پہلے اپنی شکل تو درست کریں۔ ڈاڑھی تو وہ کٹاتے ہیں۔ لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی اعتراض کرتے ہیں۔ (کیونکہ ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے تمام مقتدیوں کی نماز خراب کرتا ہے) ان صاحب نے رشتہ کے متعلق بھی مشورہ کیا۔ حضرت نے فرمایا رشتہ جلدی کر دیجئے اس میں تاخیر نہ کیجئے۔ انہوں نے عرض کیا کہیں سلسلہ سے لگ جائیں۔ کچھ انتظام ہو جائے اس کے بعد رشتہ مناسب رہے گا۔ حضرت نے فرمایا اس کا انتظار نہ کیجئے اللہ تعالیٰ سب انتظام فرما دے گا۔ آپ پہلے سے اتنی فکر کر رہے ہیں۔ ایک صحابی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فقر کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا شادی کرلو۔ خود قرآن میں ہے ان یکونو افقراء الایۃ! اگر فقر ہے تو شادی کی برکت سے اللہ غنا نصیب فرما دے گا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال اور جہیز خوب ملے گا بلکہ ذمہ داری کا احساس ہو جاتا ہے آدمی کچھ کرنے لگتا ہے اور اللہ برکت دیتا ہے۔ رزق کے سلسلے میں زیادہ پریشان نہ ہونا چاہئے جو آتا ہے مقدر کا کھاتا ہے۔ پھر ایک بہو کو دو روٹی آپ نہیں کھلا سکتے؟

ان صاحب نے پھر پڑھانے کی بابت مشورہ کیا۔ حضرت نے فرمایا سوچ کر بتلاؤں گا مقامی طور پر تو مناسب نہیں ہے۔ اعتراضات کی بھرمار ہوتی ہے۔ کام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ آئے دن نئی نئی باتیں لوگ پیش کرتے ہیں۔ طرح طرح کے اعتراضات کرتے ہیں۔ اس سے بہتر ہے کہ آدمی باہر رہ کر سکون سے کام کرے۔

سادگی کے ساتھ بلا بارات کے شادی کی ترغیب

ایک طالب علم جن کی شادی ہونے والی تھی وہ اور چند احباب حضرت کی خدمت میں لمبا سفر کر کے چھوٹی سی گاڑی پر سوار ہو کر آئے تھے اور کام ہو جانے کے بعد جلد ہی واپس ہونے لگے۔ حضرت اقدس نے طالب علم کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ (جس طرح تم لوگ یہاں آئے ہو) کیا اس طرح سادگی کے ساتھ شادی اور رخصتی نہیں ہو سکتی؟ کہ تین چار آدمی آئیں اور رخصتی کرالیں۔ نہ بارات نہ دھوم دھام، اگر تم لوگ عمل نہ کرو گے تو کون کرے گا۔

منگنی اور تاریخ میں دعوت کی ضرورت نہیں

حضرت کے متعلقین اور رشتہ داروں میں سے بعض لوگ ایک رشتہ کے سلسلہ میں مشورہ کرنے کے لئے آئے۔ درمیان گفتگو حضرت نے فرمایا۔ منگنی اور تاریخ متعین کرتے وقت لوگوں کو جمع کرنے اور دعوت کرنے کی کیا ضرورت ہے دو چار لوگ آ کر مشورہ کر کے تاریخ طے کر لیں۔

مسجد میں نکاح ہونے کی تحریک چلاؤ

باندا کے مشہور آدمی بابا فرید حضرت سے ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے ان سے فرمایا باندا میں تم نوجوانوں کی ایک جماعت بناؤ۔ صدر اور رکن بنانے کی ضرورت نہیں۔ بس ایک جماعت ہو جو جگہ جگہ جا کر کام کرنے والی ہو اور اس کی تحریک چلاؤ کہ جتنے بھی نکاح ہوں سب مسجد میں ہوں۔ اس کے علاوہ کسی اور چیز کو ابھی نہ چھیڑو۔ ابھی تو بس یہی تحریک چلاؤ کہ نکاح مسجد میں ہونے لگیں۔ یہ سنت مردہ ہوتی جارہی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے اعلنوا النکاح واجعلوہ فی المساجد نکاح اعلان کے ساتھ کیا کرو اور مسجد میں کیا کرو۔ کھانے پینے ٹھہرنے کا انتظام جہاں مناسب ہو کریں۔ لیکن اس پر زور دو کہ جب نکاح کا وقت ہو تو تھوڑی دیر کے لئے مسجد میں آ جائیں اور اعلان کر دیا جائے کہ نکاح ہونے جارہا ہے۔ جس کو شریک ہونا ہو گا مسجد میں آ جائے گا۔

کانپور میں میں نے اس کی تحریک چلائی۔ الحمدللہ اب صورتحال یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگوں کے یہاں بھی قیام تو کہیں اور ہوتا ہے لیکن نکاح مسجد ہی میں ہوتا ہے۔ یہ سنت مردہ ہو رہی ہے اس کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ (ہر جگہ کے لوگوں کو چاہئے کہ) اس کی کوشش کریں۔

بیوی کے حقوق

ایک عالم صاحب نے حضرت سے مشورہ لیا کہ میں مدرسہ میں پڑھاتا ہوں۔ میری اہلیہ مکان میں میرے ماں باپ کے پاس ہے۔ میں اہلیہ کو مدرسہ لانا چاہتا ہوں۔ مدرسہ کی طرف سے مجھے مکان ملا ہے۔ لیکن میری والدہ اور والد صاحب اس بات پر راضی نہیں وہ کہتے ہیں کہ بیوی کو نہ لے جاؤ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے چلے آنے سے میں گھر میں خرچ کم بھیج سکوں گا۔ بیوی رہے گی تو زیادہ بھیجوں گا اور گھر میں مالی اعتبار سے تنگی پریشانی بھی ہے۔ ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے۔

حضرت نے فرمایا کہ بیوی کے بہت سے حقوق ہیں۔ ان میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ جہاں خود رہے اپنے پاس بیوی کو رکھے۔ شریعت کا یہی حکم ہے۔ شریعت کے حکم کے آگے سب کو جھک جانا چاہئے۔ یہاں تک حکم ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر دوسری جگہ لیٹے نہیں اس کے پاس ہی لیٹے۔ حضور ﷺ ان باتوں کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ ایک کی باری میں دوسری بیوی کے پاس ہرگز نہ جاتے اور جس کی باری ہوتی اس کے پاس ضرور جاتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رات میں بیوی کے پاس رہنا یہ اس کا حق ہے۔

ان باتوں کو آدمی معمولی سمجھتا ہے۔ حالانکہ اس کی بہت اہمیت ہے۔ ان باتوں کا تعلق حقوق العباد سے ہے۔ معلوم نہیں کس طرح لوگ بیویوں کو چھوڑ کر مہینوں بلکہ کئی کئی سال باہر رہتے ہیں۔ نہ بچوں کی فکر نہ بیوی کی۔ حضرت عمرؓ نے تو قانون مقرر کر دیا تھا کہ ۴ ماہ رمہینے سے زائد کسی شخص کو بیوی سے علیحدہ رہنے کی اجازت نہیں اور اب تو لوگ سال سال بھر تک باہر رہتے ہیں۔ باہر ملک جا کر پیسہ کمار ہے ہیں۔ ایسا پیسہ کس کام کا نہ بیوی کی شکل دیکھ سکے نہ بچوں کی۔ نہ رشتہ داروں سے ملاقات نہ ماں باپ کی خدمت۔

ایسی عورتیں بھی سخت خطرہ میں ہوتی ہیں جن کے شوہر باہر رہتے ہیں۔ جن کے اندر بہت تقویٰ اور عفت ہو وہ تو بچی رہتی ہیں ورنہ ان کا بچنا مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ جیسے مردوں میں احساسات ہوتے ہیں۔ عورتوں میں بھی اسی طرح احساسات ہوتے ہیں اور شیطان عورتوں کو جلد بہکا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

ساس بہو کے ساتھ رہنے کا مسئلہ

اس ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ شادی شوہر سے ہوتی ہے یا شوہر کے ماں باپ سے۔ عورت شوہر کی خدمت کے لئے آئی ہے نہ کہ ساس سسر کی خدمت کے لئے۔ بعض لوگ زبردستی عورت سے ماں باپ کی خدمت کراتے ہیں۔ یہ ظلم اور ناجائز ہے۔ اس واسطے حکم ہے کہ شادی کے بعد علیحدہ رہنا چاہئے۔ ساتھ رہنے میں بڑے فتنے ہوتے ہیں۔

احقر نے عرض کیا حضرت تھانویؒ نے بھی یہی فرمایا ملفوظ میں بھی وعظ میں بھی فتویٰ میں بھی۔ فقہاء نے بھی لکھا ہے صاحب بدائع وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ عورت اگر شوہر کے ماں باپ کے ساتھ رہنے پر راضی نہیں تو شوہر کو علیحدہ رہنے کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ لیکن بہت سے لوگوں کے حلق کے نیچے یہ مسئلہ نہیں اترتا۔ حضرت نے فرمایا حلق سے نیچے اترے یا نہ اترے مسئلہ یہی ہے شریعت کے حکم کے سامنے سب کو جھک جانا چاہئے۔

احقر نے عرض کیا کہ بعض اہل علم کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کو ظاہر کرنے میں فتنہ ہوگا۔ اگر لوگوں کو اس کی ترغیب دی جائے تو اختلاف ہوگا۔ حضرت نے فرمایا اس میں کیا فتنہ ہوگا اور کیا اس میں فتنہ نہیں ہوتا کہ ساتھ رہ رہے ہیں۔ آئے دن جھگڑے ہوتے ہیں۔ بیوی نے ساس کی خدمت نہیں کی۔ گھر کا کام نہیں کیا تو ظلم ہونے لگا اور طلاق ہوگئی۔ یہ فتنہ نہیں ہے؟ اس فتنہ کی فکر نہیں کہ پوری زندگی ہی برباد ہو جائے گی۔ زیادہ تر لڑائیاں اسی کام کی وجہ سے ہوتی ہیں کہ بہو کام نہیں کرتی۔ ارے بہو پر کام کرنا ضروری کب ہے۔ مسئلہ کے اعتبار سے دیکھو تو اس پر تو روٹی پکانا بھی فرض نہیں۔

احقر نے عرض کیا بسا اوقات حالات ایسے ہوتے ہیں کہ ایک ہی لڑکا ہے۔ اس کی بوڑھی ماں ہے۔ خود کام کرنا اس کے لئے مشکل ہے۔ اب اگر بہو لڑکا علیحدہ رہیں تو بوڑھی ماں کو کس قدر پریشانی ہوگی۔ حضرت نے فرمایا پھر بھی ساس کو بہو سے خدمت لینے کا حق نہیں ہے لڑکے کو چاہئے کہ اپنی ماں کی خدمت کرے۔ اس کا انتظام رکھے۔ نوکرانی لائے لیکن بیوی سے زبردستی خدمت لینے کا کوئی حق نہیں۔ البتہ اخلاقی طور پر اس کو چاہئے کہ جب وہ محتاج ہے معذور ہے تو اس کی خدمت کرے۔ اس میں بہو کی تخصیص نہیں کوئی بھی محتاج معذور ہو جو شخص پاس میں ہے اخلاقی

فرض یہ ہے کہ اس کی خدمت کرے، اس کی مدد کرے۔ میری اہلیہ ہے میری ماں کی تین سال تک برابر اس طرح خدمت کی ہے کہ پاخانہ دھلاتیں، گود میں اٹھاتیں، کھلاتیں، پلاتیں، خوب خوشی سے خدمت کرتی تھیں اور خوشی سے کرنا بھی چاہئے۔ اخلاقی فریضہ بھی یہی ہے۔ لیکن زبردستی اس کی منشاء کے خلاف اس سے خدمت لینے کا حق نہیں۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ ہمارے گھر میں سب لوگ علیحدہ رہتے ہیں۔ صرف کھانا ساتھ پکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا ارے اصل تو یہی ہے اسی سے تو سارے جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں۔ کھانا پکانا ضرور الگ ہونا چاہئے۔

اہلیہ کو لے کر علیحدہ رہیے اور والدین کی خدمت کیجئے

رمضان میں ایک صاحب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ شکایت کی کہ میری بیوی اور ماں میں باہم نباہ نہیں ہوتا۔ آئے دن اختلافات اور کشیدگی ہوتی رہتی ہے۔ یہ کہہ کر ان صاحب نے تعویذ چاہا۔ حضرت نے فرمایا تعویذ تو میں دیتا۔ لیکن آپ اہلیہ کو علیحدہ لے کر رہئے، کھانا پینا بھی علیحدہ رکھیے اور علیحدہ رہ کر والدین کی خدمت کریئے۔ والدین اگر علیحدہ رہنے پر راضی نہ ہوں تب بھی علیحدہ رہئے، ناراض ہوں تو ہوا کریں ان کی خدمت کرتے رہئے۔ انشاءاللہ کچھ دن میں سب ٹھیک ہو جائے گا۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت اقدس نے جو کچھ فرمایا بعینہ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے بھی ارشاد فرمایا ہے۔ ملفوظات میں بھی مواعظ میں بھی اور فتاوٰی میں بھی۔ احقر نے سارے مضامین حقوق معاشرت تحفۂ زوجین نامی کتاب میں جمع کر دیئے ہیں۔ حضرت نے فرمایا لوگ کتابیں نہیں دیکھتے ورنہ ساری باتوں کا علاج موجود ہے اور فرمایا کہ یہ کتاب لوگوں کو ضرور پڑھنا چاہئے۔

بے پردگی کا نتیجہ

فرمایا آج کل بے حیائی کا بازار گرم ہے۔ بے حیائی بے پردگی اس قدر عام ہو چکی ہے اور ایسے ایسے واقعات سننے میں آتے ہیں کہ اس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ادھر کچھ دنوں سے زیادہ ہی ایسے واقعات ہو رہے ہیں۔ ابھی اسی سفر کی بات ہے بے چارے ایک کرم فرما جو واقعی بڑے دیندار ہیں۔ علماء کی بڑی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ خود میرے اوپر بھی ان کے احسانات ہیں اور وہ خود بھی نیک ہیں۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں۔ لیکن ان کی ایک بہن ہے۔ غیر مسلم سے اس کا تعلق ہو گیا ہے۔ بس اسی سے شادی کرنے کے لئے رنجھی پڑی ہے کہ شادی کروں گی تو اسی سے۔ بے چارے بڑے پریشان ہیں وہ کیا کر سکتے ہیں۔ سب لوگ دعا کرو۔ اصل میں بے پردگی جہاں بھی ہوگی اپنا اثر دکھائے گی۔ زہر کوئی بھی کھائے اس کا اثر ہو کر رہے گا۔ دیندار گھرانوں میں بھی اگر بے پردگی ہوگی تو فساد ہوگا۔ یہ سب بے پردگی کا نتیجہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ خواہش کا بھوت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی اولاد کو چھوڑ دیتا ہے۔ کئی واقعات ایسے ہیں کہ عورت کا اجنبی مرد سے تعلق ہوا وہ اپنے شوہر تک کو قتل کرنے کو تیار ہو گئی۔ یہ بھوت ایسا ہوتا ہے کہ جو بھی اس میں رکاوٹ بنے گا وہ اس کو دور کرے گا۔ بھائی ہو باپ ہو شوہر ہو کسی کی پروا نہ ہوگی بڑے فتنہ کا زمانہ ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ شریعت کے خلاف جب کام ہوگا اس کا یہی نتیجہ ہوگا۔

عورت چاہے تو شوہر اور پورے گھر کو دیندار بنادے

فرمایا عورت کے حالات کا پورے گھر پر اثر پڑتا ہے۔ اگر عورت دیندار ہے تو دوسری عورتوں کو بھی دیندار بنادے گی اور اگر عورت آزاد بے پردہ ہے تو ایک کے آنے سے پورا ماحول گندہ ہو جائے گا۔

ایک جگہ کا قصہ ہے کہ ایک تحصیلدار صاحب تھے۔ ان کی شادی ایک صاحب کی لڑکی سے ہوئی جو حضرت تھانویؒ سے بیعت تھے۔ بڑے دیندار تھے ان کی دینداری کی شہرت تھی۔ رشتہ ہوا اور رخصتی ہوگئی۔ رخصتی کے بعد آتے ہی سب سے پہلے گھر میں دوسری عورتوں سے اس نے سلام کیا۔ نئی دلہن کے لئے سلام کرنا بڑے عار کی بات سمجھتے ہیں۔ عورتوں کو بڑا تعجب ہوا کہ بڑی بے حیا معلوم ہوتی ہے۔ جب نماز کا وقت آیا تو اس نے خود ہی پانی مانگا وضو کیا اور دوسری عورت سے کہا کہ آپ لوگ بھی نماز پڑھیں سب کو وضو کرایا نماز پڑھائی۔ عورتوں میں چرچا ہوا یہ تو بڑی بے حیا ہے ابھی سے ٹک ٹک باتیں کرتی ہے۔ اس واسطے کہ اس وقت عورتوں کے ماحول میں نئی دلہن کے لئے بولنا جرم تھا۔ پانی بھی نہیں مانگ سکتی دوسری عورت ساتھ جاتی تھی۔ اگر پانی کی ضرورت ہوتی تو پہلے اس سے کہتی وہ لاکر دیتی۔ اب کھانے کا وقت آیا ناشتہ کھانا سامنے لایا گیا تو کھانے سے انکار کر دیا۔ بہت اصرار کیا گیا تب بھی نہ کھایا۔ اب بات پھیلی کہ بہو کچھ کھاتی نہیں۔ جب زیادہ اصرار کیا گیا تو کہا اچھا جس سے میرا رشتہ ہوا ہے ان کو بلا دیجئے۔ ان سے تھوڑی بات کرنا چاہتی ہوں۔ عورتوں میں ہائے ہائے مچ گئی کہ یہ کیسی بے حیا ہے ابھی سے شوہر سے سب کے سامنے بات کرتی ہے، بڑی بے شرم ہے۔ شوہر کو بلایا گیا۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ جواب دیا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ رشوت لیتے ہیں اور رشوت کھانا حرام ہے اس کو تو میں نہیں کھاؤں گی۔ میں آپ سے مطالبہ نہیں کرتی گھر قریب ہے میں اپنا خرچ چلا لوں گی۔ گفتگو ہوتی رہی شوہر نے کہا کہ اس میں میری بدنامی ہے۔ بیوی نے جواب دیا کہ اس میں آپ کی بدنامی معلوم ہو رہی ہے اور قیامت میں جو رسوائی ہوگی اس کا خیال نہیں۔ شوہر نے توبہ کی آئندہ کے لئے عہد کیا کہ کبھی رشوت نہ لوں گا۔ اس کے بعد بیوی نے کھانے کی شرعی صورت بیان کی۔ جب عورت دیندار ہوتی ہے تو شوہر کو دیندار بنا دیتی ہے اس کو دیکھ کر دوسری عورتیں دیندار ہوتی ہیں۔

وہ تحصیلدار صاحب بعد میں بہت دیندار ہو گئے تھے۔ چہرہ پر داڑھی آ گئی تھی۔ میرے پاس کثرت سے آتے تھے۔ باندا میں بھی رہے ہیں بعد میں ڈپٹی کلکٹر ہو گئے تھے۔ جب میں قربانی کے لئے جانور خریدنے جاتا تو میرے ساتھ ساتھ پیچھے پیچھے چلتے جب تک رہتا میرے ساتھ رہتے۔ میں نے ان سے کہا آپ کی ذلت ہوتی ہے کہنے لگے یہ ذلت ہزار درجہ اس عزت سے اچھی ہے۔ اب بیچاروں کا انتقال ہو گیا ہے۔ بعد میں تو بہت دیندار ہو گئے تھے۔ واقعی جب عورت دیندار ہوتی ہے تو مرد کو دیندار بنا سکتی ہے۔

عورت بددین ہو تو شوہر کو بددین اور گھر کو برباد کر دے گی

اگر عورت بددین اور آزاد بے پردہ ہے تو مرد کو بھی بددین بنادے گی۔ کتنی جگہ آزاد عورتیں گھروں میں آئیں خود بے پردہ تھیں۔ دوسروں کو بے پردہ بنادیا۔ لباس ایسا کہ ہاتھ کھلے ہوئے پیٹ کھلا ہوا۔ ایسی عورتیں دوسروں کو اور شوہر کو بھی بددین بنا دیتی ہیں۔

اس میں بھی ایک تحصیلدار صاحب ہی کا قصہ ہے۔ بڑے دیندار تھے۔ رشوت بالکل نہ لیتے تھے۔ نماز روزہ کے پابند، اتفاق سے ان کے چپراسی کے یہاں شادی تھی۔ اس نے تحصیلدار صاحب سے اصرار کیا کہ صاحب اپنے گھر سے آپ بھیج دیں تو میری عزت رہ جائے گی اور وہ تحصیلدار صاحب کسی کے یہاں شادی وغیرہ میں بھیجتے نہ تھے۔ ایک تو شادی میں بے پردگی بہت ہوتی ہے دوسرے اور بہت سی خرابیاں ہوتی ہیں۔ اس لئے اپنے گھر کی عورتوں کو شادی میں نہ بھیجتے تھے۔ لیکن چپراسی نے بہت اصرار کیا انہوں نے بھیج دیا۔ وہاں جاکر انہوں نے دیکھا کہ ساری عورتیں ایک سے ایک لباس پہنے زیور سے لدی پڑی ہیں اور ہر پانچ منٹ میں نیا جوڑا بدلا جارہا ہے اور ان کو کاٹو تو خون نہیں، عورتیں پوچھتیں کہ یہ کون ہیں تو بتلایا جاتا کہ تحصیلدار کی بیگم ہیں ان کی اور ذلت ہوتی۔ بس وہاں سے آکر جب گھر آئی ہیں تو تحصیلدار صاحب پر برس پڑیں کہ میری ناک کٹا کے رکھ دی۔ مجھے ذلیل ورسوا کیا۔ چپراسی اور نوکران کی عورتیں تو زیور سے لدی رہتی ہیں۔ نئے نئے جوڑے منٹ منٹ پر بدلے جاتے ہیں اور میرے پاس صرف ایک سادہ جوڑا، زیور سے بالکل ننگی۔ تحصیلدار صاحب نے سمجھایا کہ ارے جتنی تنخواہ ہے اسی کے مطابق انتظام کرتا ہوں وہ لوگ دوسری طرح آمدنی کرتے ہیں۔ رشوت لیتے ہیں۔ بیگم صاحبہ فرماتی ہیں تو آپ کے لئے کیا دروازہ بند ہے؟ آپ کو کس نے منع کیا؟ الغرض اتنا پیچھے پڑیں بالآخر شوہر کو مجبور کردیا وہ رشوت لینے لگے اور ان کی ساری دینداری ختم ہوگئی۔ یہ تحصیلدار صاحب کی کمزوری اور ڈھیلے پن کی بات تھی ورنہ سخت ہوجاتے نہ لیتے رشوت کیا کرلیتی عورت، گھر سے نکال دیتے دماغ درست ہوجاتا۔

جب عورت بددین ہوتی ہے تو شوہر کو بھی بددین بنادیتی ہے۔ اسی وجہ سے اہل کتاب یہودی یا عیسائی عورتوں سے کوئی نکاح کرے تو نکاح تو جائز ہوجائے گا لیکن اس کی ممانعت ہے کیوں کہ اس سے گھر برباد ہوتا ہے۔

دوران گفتگو فرمایا کہ شوہر بیوی کا بے تکلف ہوکر ماں باپ اور اپنے بڑوں کے سامنے بولنا ہنسی مذاق کرنا جائز تو ہے لیکن اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کچھ چیزیں عرفی ہوتی ہیں۔ عرف میں اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ فقہا کی تصریح کے مطابق ادب کا مدار عرف پر ہے اور عرف میں بڑوں کے سامنے بے تکلف ہوکر بات کرنے کو بے ادبی سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا یہ بہت بڑی بے ادبی اور بے حیائی ہے۔

(بشکریہ ندائے شاہی)

سیرت النبی کانفرنس چناب نگر

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن چناب نگر میں سالانہ سیرت النبی کانفرنس مولانا غلام مصطفیٰ کی زیر نگرانی منعقد ہوئی۔ کانفرنس سے حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب، حضرت مولانا خان عابد حسین صاحب اور حضرت مولانا صابر صفدر نے خطاب فرمایا۔ مقررین نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ حکمرانوں کو قانون توہین رسالت اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کو چھیڑنے نہیں دیں گے۔ اگر حکمرانوں نے منکرین ختم نبوت (قادیانیوں) اور گستاخان رسول کی پشت پناہی ترک نہ کی تو مسلمانان پاکستان تحریک ختم نبوت ۵۳، ۱۹۷۴ء کی یاد تازہ کردیں گے۔

حضرت جنید بغدادیؒ کا پہلا وعظ!

سید شمشاد حسین

مشائخ اور یاران طریقت کا پر زور تقاضا تھا کہ وہ مسجد شونیزیہ کے منبر سے اپنے وعظ کا آغاز فرمائیں...... لیکن حضرت جنیدؒ اپنے اساتذہ کے اکرام واحترام کی وجہ سے گریزاں رہے...... بالآخر جب ہادیٔ اعظم رحمت دو عالم ﷺ کی بارگاہ اقدس سے خواب میں اذن واشارہ پایا تو وعظ کہنے پر آمادہ ہوگئے...... تقریر کیا تھی...... فصاحت وبلاغت کا موجیں مارتا سمندر تھا...... وہ بولتے نہیں تھے موتی رولتے تھے...... بات دل سے نکل کر دلوں میں اثر کر رہی تھی...... آخر کار وعظ ختم ہوگیا...... لیکن کچھ دیر مجمع شدت تاثر کے باعث بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا...... لوگ ابھی بیٹھے تھے کہ پچھلی صفوں سے ایک نوجوان اٹھا...... ذرا سنبھل کر اس نے ایک درخواست...... ایک سوال کیا...... وہ کہہ رہا تھا حضرت...... ذرا اس حدیث رسول ﷺ کا مفہوم سمجھاتے جایئے...... سبھی لوگ متوجہ ہوگئے اور وہ مستحق حدیث کے الفاظ دہرانے لگا...... لوگوں نے سنا تو وہ یہ حدیث پیش کررہا تھا۔

’’اتقو فراسة المومن فانه ينظر بنور الله‘‘

﴿یعنی مومن کی فراست (ایمانی) سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔﴾

پیر روشن ضمیر نے ذرا گردن جھکائی اور پھر سر بلند کر کے ارشاد فرمایا...... اے نوجوان! تو اس حدیث کا مفہوم مجھ سے جاننا چاہتا ہے۔ تو ادھر آ اور مسلمان ہو جا...... کیونکہ تیرے اسلام لانے کا وقت آ گیا ہے۔ لوگ حیرانی سے اس شخص کا منہ تکنے لگے کہ جو مسلمانوں کا سا لباس پہنے ہوئے تھا اور بظاہر مسلمان دکھائی دیتا تھا۔ اتنے میں وہ شخص آگے بڑھا حضرت جنیدؒ کے پاس پہنچا اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ نعرۂ تکبیر کی گونج میں اس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی تھا۔ جب میں نے سنا کہ مسلمانوں کے روحانی پیشوا حضرت جنید وعظ کے لئے پہلی بار مسجد میں آ رہے ہیں۔ تو میں مسلمانوں جیسا لباس پہن کر مسجد میں آ موجود ہوا...... ارادہ یہ تھا کہ امتحان لینے کی خاطر ان سے اس حدیث کا مفہوم پوچھوں گا...... اگر انہوں نے میری باطنی کیفیت کو پہچان لیا تو یہ ان کے اور ان کے بانی مذہب کی دلیل صداقت ہوگی اور میں آبائی دین چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤں گا...... الحمدللہ مجھے اسلام کی صداقت اور حضرت جنید کی فراست ایمانی کا ثبوت مل گیا ہے...... لہٰذا حلقہ بگوش اسلام ہوگیا ہوں۔

آپ کے مواعظ کی اثر آفرینی کا یہ عالم تھا کہ ہزاروں لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے اور ہزاروں چوروں، ڈاکوؤں نے توبہ کی۔ جن میں ابن ساباط جیسا بدنام زمانہ ڈاکو بھی شامل تھا۔ ابوعلی اور باری امیر کبیر اور دنیادار انسان تھے۔ وعظ کے دو بول سن کر ہمیشہ کے لئے غلامی اختیار کی اور بالآخر نامور خلیفہ قرار پائے۔

صفائی معاملات ادائیگی حقوق!

حضرت مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی

وقف مال میں خیانت: گذشتہ شمارہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت آپ کے سامنے آچکی ہے۔ جو کہ حضرت کدکدہ کے متعلق تھی۔ جس کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ وقف مال کی حفاظت کرے اور پھر وہ ایک نامعلوم خیانت سے جہنم کے مژدہ کا مستحق بنا اور وہ بھی مال غنیمت کی ایک دو ڈھائی گز چادر تھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب کسی جہاد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا تو آپ ﷺ حضرت بلالؓ کو حکم دیتے تھے کہ لشکر میں اعلان کردو کہ جس کے پاس مال غنیمت کی یا بعض وقف مال کی کوئی بھی چیز ہو یہاں لاکر حاضر کردے۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اعلان کردیتے تھے اور لوگ مال لاکر جمع کردیتے تھے۔ آپؐ سب کو ملا کر (پانچواں حصہ) خمس نکال لیتے تھے اور باقی کو تقسیم کردیتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ آپؐ نے سب مال جمع کر کے خمس نکال دیا اور مال تقسیم کردیا کئی دن کے بعد ایک صاحب بالوں سے بنائی ہوئی باگ (رسی) جو لگام میں باندھی جاتی تھی لے کر آئے تو آپؐ نے کہا کہ کیا تم نے بلالؓ کی تین دفعہ منادی نہیں سنی تھی۔ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سنی تھی آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر تجھے کس چیز نے منع کیا تھا آپ اسی وقت لے آتے۔ (یعنی جب منادی سنی تھی) اس وقت تو اس صحابیؓ نے کچھ عذر بیان کیا جو نا قابل قبول تھا۔ لہٰذا آپؐ نے فرمایا کہ تو ہی اسے قیامت کے روز لے آنے والا ہو جا۔ میں تجھ سے ہرگز قبول نہ کروں گا۔ (ابوداؤد) مطلب یہ ہے کہ اب اس کے لانے میں کچھ نہیں بنتا۔ سارے مال تقسیم ہو چکے ہیں۔ مستحقین جا چکے۔ کچھ غائب ہیں کچھ حاضر ہیں۔ اب سب کو کس طرح پہنچے۔ لہٰذا اب تو ہی رکھ اور قیامت کے روز اس کو لے آئیو جہاں سب حقدار موجود ہوں گے۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ فرماتے ہیں۔ اس قسم کی احادیث ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہیں۔ جو کسی یتیم خانہ، مسجد یا مدرسہ یا کسی مذہبی یا سماجی انجمن جیسا کہ ایدھی وغیرہ کے متولی، منتظم، مہتمم بن کر جھوٹا حساب لکھ کر رجسٹر پر یا فارم پر چڑھا دیں اور آمدنی خود کھا جائیں یا تنخواہ سے زیادہ کچھ غبن کر کے خود استعمال کرلیں۔ اس میں نہایت احتیاط کی ضرورت ہے۔ حضرت مولانا تقی عثمانی نے اپنے ایک رسالہ میں جس کا نام ہے ”علماء دیو بند کیا تھے“ اس میں ایک واقعہ لکھا کہ حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے دور مقدس میں ایک مولانا شاید ان کا نام مولانا سہیل تھا۔ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت جی ہم لوگ اللہ کے فضل وکرم سے حدیث پڑھاتے ہیں۔ بخاری پڑھاتے ہیں۔ انشاء اللہ جنت ملے گی تو حضرت شیخ الہندؒ نے فرمایا مولانا ہم برابر برابر چھوٹ جائیں تو پھر بھی غنیمت ہے۔ طابق النعل بالنعل!

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ نے پھر اس کی توجیح فرمائی کہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دین کے کام کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ محروم فرمائیں گے۔ بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ جو کتاب جس آدمی کے ذمہ ہے اس کو اس کتاب کا حق ادا کرنا چاہئے۔ طالب علم تو خالی الذہن ہوتے ہیں۔ استاد نے جو بیان کرنا ہوتا ہے وہی اس کو کتاب کا

مفہوم اور خلاصہ سمجھتے ہیں۔ اگر استاد نے رات کو مطالعہ نہ کیا اور سبق جو پڑھاتا ہے اس کا مالہ وماعلیہ پوری طرح نہ سمجھایا تو گویا کہ اس نے طلبہ کا حق ادا نہ کیا اور اب اس صورت میں اگر برابر برابر چھوٹ جائے تو تب بھی غنیمت ہے۔ اسی طرح باقی دینی امور میں باتنخواہ ڈیوٹی لینے والے حضرات اگر اپنی ڈیوٹی ادا نہیں کریں گے اور آرام سے دفاتر میں بیٹھے ہیں اور منتظی رپورٹ میں مختلف مقامات کے دورے لکھے ہوتے ہیں۔ تو ان حضرات کو بھی اپنی کارکردگی پر نظر ثانی کرنی چاہیئے۔ مدرسہ اور جماعت کا فنڈ بغیر ادائیگی ڈیوٹی ہضم کر لینا اپنی حلال کی تنخواہ کو بھی حرام کر دینے کے مترادف ہے۔

برمنگھم لندن میں ایک ہمارے ساتھی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی رہتے تھے۔ کانفرنس کے دنوں میں ان سے اکثر اوقات زکریا مسجد میں مجلس لگتی تھی اور اب وہ مرحوم ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی بخشش فرمائے اور ان کی قبر کو منور فرمائے۔ بڑے کام کے آدمی ہوئے ہیں۔ اکثر اوقات حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں حاضری دیتے تھے اور مختلف دینی لطائف سے حضرت امیر مرکزیہ کے ساتھ دل لگی فرماتے تھے۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ ایک واقعہ انہوں نے بیان فرمایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ ایک سماجی یا دینی انجمن کے دفتر میں گئے اور صحن دفتر میں بیٹھ گئے۔ ایک کار جو بار بار کبھی آرہی اور کبھی جارہی ہے حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ نے انجمن کے صدر سے پوچھا کہ مولانا یہ کار بار بار چکر کیوں لگارہی ہے۔ کوئی واقعہ تو پیش نہیں آیا۔ مہتمم نے فرمایا کہ کار تو انجمن کی ہے لیکن جب ہم کو اپنے ذاتی کام کاج کے لئے ضرورت پڑے تو ہم اپنا ذاتی پیٹرول ڈال کر اسے استعمال کرتے ہیں۔ ہم احتیاط کرتے ہیں کہ انجمن کا پیٹرول استعمال نہ کیا جائے۔ تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا صدر صاحب گذارش کروں کہ اس کا انجن بھی گھستا ہے اور ٹائر بھی گھستے ہیں۔ صرف پیٹرول کی بات نہیں ہے تو صدر صاحب نے عرض کیا کہ مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ تو حضرت بنوریؒ نے فرمایا مولانا میں نے ایک حدیث پڑھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جس کسی نے بھی کسی قومی یا دینی ادارہ کا جو مال یا دیگر وقف اشیاء کو ناجائز طریقہ سے خرچ کرے گا تو قیامت کے دن اس کے خلاف میں مدعی ہوں گا اور میں پروردگار سے عرض کروں گا کہ یا اللہ اس شخص نے میرا مال ضائع کیا ہے۔ پھر حضرت بنوریؒ نے فرمایا کہ صدر صاحب اس وقت کیسا خطرناک منظر ہوگا کہ جب مدعا علیہ ایک عام آدمی صدر اور مدعی جناب رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہو تو پھر چھٹکارے کی کیا صورت ہوگی۔ لہٰذا وقف ادارے کی اشیاء استعمال کرتے وقت آخرت کے مناظر سامنے ہونے چاہئیں اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن کئی لوگ ایسے بھی ہوں گے جنہوں نے اپنا بوجھ اور اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھایا ہوا ہوگا۔ ''واثقالاً مع اثقالهم'' اور کچھ بوجھ دوسرے لوگوں کے گناہوں کا بھی اٹھایا ہوا ہوگا کہ وقف ادارے میں لوگوں کے جمع شدہ مال سے خیانت کر کے ان کے گناہ بھی اس پر لاد دیئے جائیں گے۔ غرض کہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی اور نگہداشت فرض عین ہے اور فرض بھی ایسا کہ جس کا تعلق مع اللہ ومع الناس سے بھی ہے اور جو حقوق ان دوشقوں سے متعلق ہوں یعنی اللہ کا حق بھی ہو اور بندوں کا حق بھی ہو تو ایسے حقوق میں صاحب شریعت جیسے عظیم انسان اور با اختیار شخصیت یعنی جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی بھی مالی

حقوق العباد کی ادائیگی میں بے نظیر مثالیں قائم فرما گئے ہیں۔ تا کہ قیامت تک آنے والے بڑے سے بڑے عہدہ پر فائز لوگ بھی اس سے عبرت حاصل کریں کہ اگر محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی اس قدر عظیم تر ہوتے ہوئے بھی کسی کے مال کو دبا رکھنا حرام سمجھتے تھے اور خدا کے ہاں جواب دہی کو خیال شریف میں رکھتے تھے تو پھر کون سا صدر کون سا جنرل ہوسکتا ہے کہ وہ آنکھیں بند کر کے دوسروں کے حقوق غصب کرتا پھرے۔ تھوڑا اس واقعہ پر نظر ڈال کر اپنے لئے راہ متعین کریں کہ اسی میں دونوں جہانوں کی کامیابی ہے۔

سردار حارث کا حملہ: جنگ بدر کا بدلہ لینے کے لئے مشرکین مکہ اندر ہی اندر دن رات تیاریوں میں لگے رہتے تھے۔ مختصر یہ کہ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ جس میں مسلمانوں کے دکھ اور درد کا سامان نہ ہو۔ چنانچہ میدان احد میں تیاری کر کے گئے اور وہاں بھی منہ کی کھانی پڑی۔ جنگ احد کے بعد بھی مسلمانوں کو آرام سے بیٹھنا کہاں نصیب۔ بمشکل چند ہی دن گذرے ہوں گے کہ قبیلہ بنوالمصطلق کا سردار چڑھ آیا۔ مسلمان اس سے ایسے جان توڑ کر لڑے کہ اسے بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ غنیمت کا مال جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس میں دوسو نفر ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بھیڑیں تھیں۔ ان نوگرفتار شدگان کے زمرہ میں سردار کی بیٹی جویریہ بھی شامل تھیں۔ تقسیم مال میں یہ لڑکی ایک سپاہی مجاہد کے حصہ میں آئی تو لڑکی بہت گھبرائی اس نے سپاہی سے بڑی معزرت کے بعد اس کو اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ ایک معقول رقم تاوان کے عوض اس لڑکی کو رہا کر دے گا۔ مگر اب اہم سوال تو یہ درپیش تھا کہ یہ تاوان کہاں سے پیدا کیا جائے۔ لڑکی کے بخت بیدار ہوئے اڑتے اڑتے خبر میرے اور آپ کے آقا حضور اقدس ﷺ تک جا پہنچی۔ اب دیکھیں آقا ﷺ مال کے حقوق کی ادائیگی کا کس طرح حق ادا کر رہے ہیں۔ سپاہی سے حکماً اس لڑکی کو آزادی دلانا خلاف آئین تھا اور خلاف شریعت بھی تھا۔ کیونکہ یہ مال اس کا ہو چکا تھا۔ آپؐ نے اپنی گرہ سے سپاہی کو تاوان دے دیا۔ جویریہ آزاد ہوگئیں اس پر آپؐ نے لڑکی کو باہمراہی اپنے معتبر صحابی کے اس کے ماں باپ کے پاس روانہ کر دیا۔ لیکن حضور ﷺ نے کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جیسا کہ آج کل کے صدوزرا انجمن اٹھا رہے ہیں۔ بلکہ سپاہی کو اپنی گرہ سے حق ادا کر کے مسلمانوں کو سبق دیا کہ مالی حقوق جس کے بھی ہوں ان سے عہدہ برآ ہونا ہر آدمی کے لئے لازم ہے۔ خواہ وہ کتنے ہی بڑے سے بڑے عہدے پر فائز کیوں نہ ہو۔ (جاری ہے)

میرپورخاص میں قادیانی کا قبول اسلام

قادیانی اسٹیٹ نفیس نگر میرپورخاص سندھ کے محمد شریف ولد خوشی محمد کھوکھر نے اپنی اہلیہ زاہدہ پروین بنت خدابخش کے ہمراہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نوکوٹ کے ناظم قاری عبدالستار آرائیں اور مجلس کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی کے ہاتھ پر جامع مسجد صدیقیہ میں اسلام قبول کر کے قادیانیت جیسے جھوٹے اور گندے مذہب کو ترک کر دیا۔ چوہدری محمد شریف کا قادیان سے ہے۔ قادیانی اسٹیٹ نفیس نگر کے آباد ہونے کے بعد اپنے والد کے ساتھ قادیانی جماعت کے کہنے پر یہاں آباد ہوگئے۔ اس وقت چوہدری محمد شریف کی عمر ساٹھ سال اور اہلیہ کی عمر پچاس سال ہے۔ یاد رہے کہ چوہدری شریف کے دو بھائی محمد دین اور منیر احمد پہلے ہی مسلمان ہو چکے ہیں۔ ان کا ایک بیٹا سعید احمد بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ ابھی کچھ ماہ قبل اس کی بیٹی نے بھی اسلام قبول کیا ہے۔ قارئین سے استقامت کی استدعا ہے۔

صاحبزادہ طارق محمودؒ.... نقیب ختم نبوت!

شیخ محمد بشیر

صاحبزادہ طارق محمودؒ ہم سے بچھڑ چکے ہیں۔ ان کے بچھڑنے سے تادم تحریر لمحہ بھر کے لئے بھی یہ احساس نہیں ہوا کہ وہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں۔ ایسا لگتا ہے کہ وہ کسی لمحہ بھی میرے پاس حسب معمول آ سکتے ہیں یا پھر فون پر ان کی آواز سنائی دے گی۔ لیکن بارہ ستمبر کے دن دوپہر کے وقت ٹیلی فون کی گھنٹی بجی تو یوں معلوم ہوا جیسے میرے سانس بند ہو گئے ہوں۔ برادرم نذیر صاحب خبر سنتے ہی دھاڑیں مار کر رونے لگے میں نے فوراً اٹھ کر انہیں سہارا دیا اور پوچھا کیا بات ہے انہوں نے کہا کہ صاحبزادہ طارق محمودؒ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ وہ لمحات میرے لئے اس قدر اذیت ناک تھے کہ میرے پاس انہیں بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں۔ ابھی مولانا تاج محمودؒ کا صدمہ نہیں بھول پایا تھا کہ طارق محمودؒ کی جدائی کا حادثہ پیش آ گیا۔ بقول شاعر ؂

گزرتے جارہے ہیں حادثوں پہ حادثے پیہم
قلم قاصر ہے کیونکر داستان ابتلاء لکھوں
فضا مغموم طائر مضطرب شاخیں خزاں دیدہ
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اس حالت میں کیا لکھوں
چلے جاتے ہیں یاران سرپل خلد کی جانب
کسے غم خوار ٹھہراؤں کسے درد آشنا لکھوں

صاحبزادہ طارق محمودؒ کی یادیں ان کی باتیں خوشبو بن کر دل کے آنگن کو مہکائے ہوئے ہیں۔ ایک سال قبل بھی ان پر دل کا دورہ حملہ آور ہوا تو دوران علالت ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو ڈاکٹر جاوید اقبال جو کہ فیصل آباد میں امراض قلب کے چند معالجین میں سرفہرست ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ دل بھی ایک مشین کا پرزہ ہے۔ فکر کی کوئی بات نہیں چند یوم آرام کریں واقعی چند یوم کے بعد زندگی معمول پر آ گئی۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ جس کا ہر گوشہ علم وعرفان سے بھرپور تھا۔ خوش پوش نہایت خوش سلیقہ اور خوش لہجے کے مالک تھے۔ پروفیسر عبدالجبار شاکر نے مولانا ظفر علی خانؒ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے ایک تاریخی فقرہ لکھا تھا کہ مولانا کی رفتار باوقار، شخصیت، ضیاء بار، گفتار مثل آبشار اور معلومات لائق افتخار تھیں۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ بھی ان اوصاف کے حامل تھے۔ ویسے بھی خطیب کے لئے خوش لہجہ ہونا اس کے لئے اضافی صفت ہوتی ہے۔ چہرہ باجمال اور نورانی جس پر ہر وقت ایک معصوم سا تبسم رہتا تھا اور تادم آخر نصب العین، عقیدہ، مسلک، ایمان اور مشن ردقادیانیت رہا۔ گویا صاحبزادہ طارق محمودؒ قادیانیت شکن تھے۔ جیسے محمود غزنویؒ بت شکن تھا اور دونوں محمود تھے۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ ابن محمود بھی تھے۔ مولانا تاج محمودؒ کی وفات سے پہلے طارق محمودؒ بی اے کر چکے تھے اور قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے تیاریوں میں مصروف تھے کہ مولانا تاج محمودؒ کی مسند انہیں سونپ دی گئی۔ مولانا تاج محمودؒ کے عقیدت مندوں کا خیال تھا کہ یہ خلا شاید اب کبھی پر نہ ہو سکے گا۔ لیکن طارق محمودؒ نے دن رات کی

ریاضت اور مطالعہ میں اس قدر دل لگالیا کہ بہت تھوڑے عرصہ میں خطابت میں وہ مقام حاصل کرلیا کہ جمعۃ المبارک کے دن دور دراز سے لوگ انہیں سننے کے لئے آتے اور وہ اپنے خطاب میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کی سیرت طیبہ اتنے دلنشین انداز سے بیان کرتے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات شروع ہوجاتی۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ بہت بڑے عاشق رسولؐ تھے۔ انہوں نے سفر دیدہ نم لکھ کر اس کا ثبوت فراہم کردیا۔ وہ سفرنامہ حجاز بھی ہے اور عشق و مستی میں ڈوب کر لکھی گئی ایک دستاویز بھی ہے۔ اس کے علاوہ ''صدائے محراب'' ''قادیانیت کا سیاسی تجزیہ'' اور ''پیکر اتحاد'' جیسی کتابیں لکھ کر منبر و محراب کے طالب علموں کے لئے ایک بیش بہا خزانہ چھوڑا ہے۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ ایک صاحب اسلوب ادیب شیریں بیاں، شعلہ نوا خطیب کے ساتھ عالم باعمل اور شیخ طریقت کی مسند پر بھی بیٹھے دکھائی دیتے ہیں اور میرے نزدیک وہ شاعر بھی تھے۔ شاعر اس نکتہ نگاہ سے کہ وہ اپنے خطاب میں عام خطیبوں کے برعکس نثری شاعری کرتے دکھائی دیتے اور لوگ جس طرح اچھے شعر پر بے ساختہ داد دیتے ہیں ایسے ہی انہیں دوران خطاب داد ملتی گویا وہ تقریر نہیں بلکہ خطابی شاعری سے عوام الناس کے قلوب کو گرماتے اور روشن کرتے اور شیخ طریقت ان معنوں میں کہ وہ اپنے خطاب کے دوران ردقادیانیت پر جب عشق رسولؐ میں ڈوبی ہوئی نطق سے دلائل اور براہین کے موتی نچھاور کرتے جس سے عشق مصطفی ﷺ کی مہک قلب کو منور کرتی دنیائے ہست و بود پر توجہ دی جائے تو خرد یقیناً جنون سے شکست کھا جائے یہ عالم رنگ و بو یہ دنیائے آب و گل ایک معمہ ہی تو ہے۔ انسان پیدا ہوتے ہیں اور مرجاتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دنیا فانی ہے۔ پیدائش سے لے کر موت تک تمام عمل کارخانہ قدرت کا ایک راز ہے۔ اس کو پانا عقل انسانی کے بس کا روگ نہیں۔ اس لئے کہ یہ سب خدائے لم یزل کی باتیں ہیں۔ خدا کی باتیں کبھی ختم نہیں ہوسکتیں۔ ان باتوں کو رقم کرنے کی جسارت تو کیا ارادہ تک نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ بڑی طاقت والا اور زبردست حکمت والا ہے۔ موت و حیات ہی تو ایک وہ راز ہے جو آج تک کسی پر منکشف نہیں ہوسکا۔ علامہ اقبال شاعر مشرق نے یوں فرمایا کہ:

موت کو سمجھے ہے غافل اختتام زندگی
ہے یہ آغاز زندگی صبح دوام زندگی

اللہ تعالیٰ نے لاتعداد مخلوقات پیدا فرمائی اور ایک مخلوق ایسی بنائی جس پر خود فخر کیا اور اشرف المخلوقات کے خطاب سے نوازا اور اس کا تاج تاجدار دو عالم حضرت محمد مصطفی ﷺ کو پہنایا اور رسالت اور نبوت کی انتہا بھی حضور رسالت مآب ﷺ پر کی۔ یوں رسالت و نبوت کا باب ہمیشہ کے لئے بند کردیا۔ دنیائے انسانیت میں شرف انسانیت کی یہ امانت جن انسانوں میں محفوظ چلی آتی ہے۔ خدا انہیں عزت و شرف کے خزانوں سے مالا مال رکھتا ہے اور ان کی زندگی مخلوق کے لئے ایک نمونہ ہوتی ہے وہ لوگ محبت رسول، اطاعت رسول ﷺ اور عقیدہ ختم نبوت کا سرمایہ بن جاتے ہیں۔ ان کی زندگی میں خیر و برکت کی رمق پیدا ہوجاتی ہے۔ سچ پوچھئے تو انہی مجاہدین ختم نبوت عارفان حق ہی کا دم ہے۔ جن کے فیوض سے فتنہ قادیانیت جسے افرنگی سامراج اور اسرائیل کی حمایت اور سرپرستی حاصل تھی۔ اس کی سرکوبی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے ایسے جید علماء اور مشائخ پیدا کئے کہ جنہوں نے مسلمانوں کو نہ صرف اس فتنے کا اصل چہرہ دکھایا۔ بلکہ اس راہ میں بے پناہ مصائب برداشت کئے اور اپنی زندگی کے قیمتی ماہ و سال پس دیوار زنداں گذار دیئے۔ صاحبزادہ

طارق محمودؒ اس قافلہ کے ایسے بے تیغ سپاہی ہیں جس قافلہ کے ہر مجاہد نے اس جنگ میں اپنا کردار اس شجاعت سے ادا کیا کہ عظمت مسلمانی کے روشن مینار تعمیر کئے ہیں۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ کی تمام زندگی عقیدہ ختم نبوت کی تبلیغ، اشاعت عشق رسول ﷺ اور تبلیغ اسلام کی ضیاء پاشیوں میں درخشندہ اور تابندہ نظر آتی ہے۔ اس لئے کہ وہ علم وعرفان کا آفتاب پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ دنیائے تبلیغ کو منور کرتا رہا۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ سے میرا تعلق اس قدر دیرینہ ہے۔ جو نصف صدی پر محیط ہے۔ حضرت مولانا تاج محمودؒ کی خدمت میں حاضری کے وقت طارق محمودؒ سے ملاقات ہوئی اور ان کی رحلت کے بعد تعلقات اور بھی گہرے ہوگئے۔ ہمارے درمیان بہت حد تک علمی، ادبی، فکری، نظری اور مزاجی مناسبت اور ہم آہنگی قرب انسیت کی ایک داستان ہے۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ اقبال (مفکر پاکستان) کے بہت بڑے مداح تھے اور راقم کو بھی گذشتہ چالیس برس سے ہر سال اکیس اپریل کو یوم اقبال کی تقریبات میں شامل ہونے کا دیوانگی کی حد تک شوق ہے۔ مولانا تاج محمود کی وفات کے بعد صاحبزادہ طارق محمودؒ ان تقریبات میں باقاعدگی سے شمولیت کرتے گویا وہ میرے ہمسفر ہوتے۔ خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت فاروق اعظمؓ کے سامنے ایک آدمی کی تعریف کے جواب میں فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ کیا تو نے کبھی اس کے ساتھ سفر یا لین دین کیا جواباً اس نے کہا اے امیر المومنین مجھے اس کا موقعہ نہیں ملا۔ آپؓ نے فرمایا کہ جب تک موقع نہ ملے اس کے بارے میں اپنی رائے محفوظ رکھنا۔ خلیفۃ المسلمین کی یہ تلقین فطرت انسانی کے کسی بہت بڑے ماہر کی طرف سے کی جا سکتی تھی۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ اوائل جوانی سے دل وا پسیں تک میرا ساتھ رہا وثوق اور دعوے سے کہتا ہوں۔ وہ ایک انتہائی سنجیدہ متین، صاحب فکر اور متواضع شخصیت کے مالک تھے اور عمر کے ساتھ ان کی شخصی خوبیوں میں نکھار پیدا ہوتا گیا۔ دوران خطاب علامہ اقبال کے شعروں کے استعمال سے ان کا خطاب سرآتشہ ہوجاتا۔ خطاب میں روانی اور تسلسل نثری شاعری کا تصور پیش کرتی۔ کوئی بھی موضوع ہو دلائل اور براہین کی بارش ہوتی محسوس ہوتی۔ آیات قرآنیہ، احادیثہ نبویہ اور آئمہ دین کے اقوال سے حوالہ جات میں بے تکلفی اور روانی، زبان میں فصاحت اور بلاغت آواز میں گونج اور کڑک کی وجہ سے مضامین نازل ہوتے محسوس ہورہے ہوتے۔ صاحبزادہ طارق محمودؒ خطیب شیریں بیان کے ساتھ ساتھ کالم نگار اور سیاح بھی تھے۔ انہوں نے سیاحت کی سند سفر دیدہ نم کی صورت میں دی ہے۔ ان کی سلیس اور خوبصورت نثر اور ان کا توازن ان کے قلم کی بلا کی روانی کا غماز ہوتا الفاظ کے دروبست پر ان کا عبور ان کی تحریروں سے مترشح ہوتا تھا وہ شوگر اور عارضہ قلب کے مریض تھے۔ لیکن نہ وہ بیماری سے ہراساں تھے اور نہ موت سے پریشان۔ مجھے یقین ہی نہیں آتا کہ فقر غیور کا پیکر، دانشور، مذہبی مفکر، عقیدہ ختم نبوت کا نقیب، کالم نگار اور مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کو اتحاد کی لڑی میں پرونے کا خواہشمند مصلح کی صدا لگانے والا اچانک اس دنیا سے منہ موڑ گیا۔ کاش ایسا نہ ہوتا میری دعا ہے کہ ان کا لگایا ہوا پودا سدا سرسبز رہے ان کے بیٹے شاہد محمود، مبشر محمود اور حافظ محمود کے کندھوں پر بہت بڑا جو بوجھ آن پڑا ہے اللہ تعالیٰ اس کو برداشت کرنے کی ہمت عطاء فرمائے اور ان بچوں کو مولانا تاج محمودؒ اور صاحبزادہ طارق محمودؒ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

گزر رہے ہیں عجب مرحلوں سے دیدہ و دل
سحر کی آس تو ہے زندگی کی آس نہیں

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کی فضیلت!

سید شمشاد حسین

سورۃ بقرہ کی آخری دو آیات کے بارے میں احادیث صحیحہ معتبرہ میں بڑے بڑے فضائل مذکور ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے رات کو یہ دو آیتیں پڑھ لیں تو اس کے لئے کافی ہیں اور ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دو آیتیں جنت کے خزائن میں سے نازل فرمائی ہیں جس کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمٰن نے اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا۔ جو شخص ان کو عشاء کی نماز کے بعد پڑھ لے تو وہ اس کے لئے قیام اللیل یعنی تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہیں اور مستدرک حاکم اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے سورۃ بقرہ کو ان دو آیتوں پر ختم فرمایا۔ جو مجھے خزانہ خاص سے عطاء فرمائی ہیں۔ جو عرش کے نیچے ہے۔ اس لئے تم خاص طور پر ان آیتوں کو سیکھو اور اپنی عورتوں اور بچوں کو سکھاؤ۔ اسی لئے حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ بھی عقل ہو وہ سورہ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا۔

غیر اختیاری وساوس: ''لا یکلف اللّٰه نفسا الا وسعها ''یعنی اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زائد کا حکم نہیں دیتے۔ اس لئے غیر اختیاری طور پر جو خیالات وسوسے دل میں آ جائیں اور پھر ان پر کوئی عمل نہ ہو تو وہ سب اللہ تعالیٰ کے نزدیک معاف ہے۔ حساب اور مواخذہ صرف ان افعال پر ہوگا جو اختیار اور ارادہ سے کئے جائیں۔

اس تفسیر سے جو خود قرآن نے بیان کر دی۔ صحابہ کرامؓ کو اطمینان ہو گیا کہ غیر اختیاری وساوس و خیالات کا حساب کتاب اور ان پر عذاب و ثواب نہ ہوگا۔ اسی مضمون کو آخر میں اور زیادہ واضح کرنے کے لئے فرمایا ''لها ماکسبت وعلیها ما اکتسبت ''یعنی انسان کو ثواب بھی اس کام کا ہوتا ہے جو ارادہ سے کرے۔ (معارف القرآن ج۱ص۶۹۷)

ایک شبہہ اور اس کا ازالہ: مراد یہ ہے کہ ابتداً بلا واسطہ اس عمل کا ثواب یا عذاب ہوگا۔ جو قصد و ارادے سے کرلے۔ کسی ایسے عمل کا ثواب و عذاب بالواسطہ ہو جانا۔ جس کا اس نے ارادہ نہیں کیا۔ اس کے منافی نہیں۔ اس سے اس شبہہ کا جواب ہو گیا کہ بعض اوقات آدمی کو بلا قصد و ارادہ بھی ثواب یا عذاب ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف کی دوسری آیات اور بہت سی روایات حدیث سے ثابت ہے کہ جو آدمی کوئی ایسا نیک کام کرے۔ جس سے دوسرے لوگوں کو بھی اس نیکی کی توفیق ہو جائے تو جب تک لوگ یہ نیک کام کرتے رہیں گے۔ اس کا ثواب اس پہلے والے کو بھی ملتا رہے گا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی طریقہ گناہ کا جاری کیا تو آئندہ جتنے لوگ اس گناہ میں مبتلا ہوں گے اس کا وبال اس شخص کو بھی پہنچے گا۔ جس نے اول یہ برا طریقہ جاری کیا تھا۔ اسی طرح روایات حدیث سے ثابت ہے کہ کوئی شخص اپنے عمل کا ثواب دوسرے کو دینا چاہے تو اس کو یہ ثواب پہنچتا ہے۔ ان سب صورتوں میں بغیر قصد و ارادہ کے انسان کو ثواب یا عذاب ہو رہا ہے۔ اس شبہہ کا جواب یہ ہے کہ یہ ظاہر ہے کہ یہ ثواب و عذاب بلا واسطہ اس کو نہیں پہنچتا۔ بلکہ دوسرے کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ اس کے علاوہ جو واسطہ بنا ہے اس میں اس کے اپنے عمل اور اختیار کو بھی دخل ضرور ہے۔ کیونکہ جس شخص نے کسی کا ایجاد کیا ہوا اچھا یا برا طریقہ اختیار کیا اس میں پہلے شخص کے عمل اختیاری کا دخل ضرور ہے۔ اگرچہ اس نے اس خاص اثر کا ارادہ نہ کیا ہو۔ اسی طرح کوئی کسی کو ایصال ثواب جبھی کرتا ہے جب اس نے اس پر احسان کیا ہو۔ اس لحاظ سے یہ دوسرے کے عمل کا ثواب و عذاب بھی درحقیقت اپنے ہی عمل کا ثواب یا عذاب ہے۔ (معارف القرآن ج۱ص۶۹۷)

مجاہد کی مسافت و منزل!

صاحبزادہ حافظ مبشر محمود

اپنے مجاہد باپ کی مسافت و منزل کے متعلق جب بھی قلم کو جنبش دی تو میرے دست ناتواں میں لغزش سی آ گئی۔ پھر بھی لرزتے ہاتھوں کا سہارا لئے اپنے باپ کی زندگی کے تمام گوشے ادھیڑ ڈالے۔ داستان حقیقت کچھ یوں ہے کہ ایک چھوٹا سا ننھا بچہ سائیکل پر چھتری کے ساتھ گلاس لگا کر مائیک بنا کر تقاریر کیا کرتا تھا۔ بہنیں سامعین ہوا کرتی تھیں۔ والدین حیرت انگیز نگاہوں سے دیکھ کر مسرور ہوا کرتے۔ دراصل اس بچے نے مذہبی گھرانے میں آنکھ کھولی شاہ اسماعیل شہیدؒ کے کارواں کے یہ سپاہی اور غازی رہے جو دریائے سواں کے کنارے زندگی بسر کرتے اور سکھوں سے جہاد کرتے تھے۔ انگریز کے ناروا سلوک سے مجبوراً ہجرت کو ترجیح دی۔ ہری پور ہزارہ کے گاؤں میلم کو مسکن بنالیا یہ گھاٹی پہاڑوں کے نشیب میں لہلاتے سبزہ زار میدان پر مشتمل تھی۔ جو ہر لحاظ سے محفوظ علاقہ تھا۔ اس بچے کے دادا جی صوفی باصفا عالم باعمل اور درویش صفت شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا شیوہ تبلیغ اسلام رہا۔ انہوں نے ہمیشہ دین اسلام کی اشاعت کی۔ پیر محمود شاہ ہزارویؒ کا انتقال ہوا تو ان کے بیٹے پیر احمد شاہ ہزارویؒ جو فیصل آباد کے قریب رہتے تھے۔ ان سے ملنے کے لئے پنجاب کا رخ کیا۔ فیصل آباد پہنچ کر معلوم ہوا کہ پیر صاحب ضلع جھنگ کے نہایت پسماندہ علاقہ گاؤں چک نمبر 138 ج ب نول میں اپنے مریدوں کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔ خیر کسی نہ کسی طرح اس دور افتادہ گاؤں میں پہنچ گئے۔ پیر صاحب سے والہانہ ملاقات ہوئی۔ پیر صاحب سے باپ کی وفات پر تعزیت کی اسی اثناء میں مغرب کی اذان ہوگئی، نماز کے لئے مسجد کی راہ لی۔ پیر صاحب کے ارشاد سے مغرب کی نماز پڑھائی ان کی آواز میں جادو کی سی چاشنی تھی۔ مقتدی ان کی تلاوت سن کر ایسے فریفتہ ہوئے کہ پیر صاحب کو بھول بیٹھے۔ بعد از نماز اہل گاؤں نے اصرار کیا کہ ہم اسلام سے غافل ہیں۔ ہمیں ایسے ہی عالم کی ضرورت ہے۔ وعدہ فرمایا اور واپس ہری پور ہزارہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد حسب وعدہ اسی گاؤں کی راہ لی اور پھر پوری زندگی اس علاقہ میں رشد و ہدایت کے چراغ جلائے۔ ان کا نام مولانا حبیب تھا۔ اللہ نے انہیں دو بیٹیاں اور چار بیٹے عطاء کئے۔ جو بڑی نیک و صالح اولاد ثابت ہوئی۔ ایک بیٹا اللہ کو پیارا ہوگیا۔ منجھلے بیٹے کا نام تاج محمودؒ جو دینی علوم سے بہرہ ور ہوئے۔ دور طالب علمی میں حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے کڑیاں جڑ گئیں تو جماعت احرار میں شامل ہوگئے۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں۔ یہ تحریک پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی۔ ختم نبوت جماعت کا سلسلہ چلتا رہا۔ شاہ صاحبؒ کا انتقال ہوگیا۔ جس نے مولانا کے دل پر کاری ضرب لگائی۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کہا کرتے تھے کہ میرے دو بازو ہیں۔ ایک مولانا قاضی احسان شجاع آبادیؒ اور دوسرے مولانا تاج محمودؒ۔ 1974ء میں نشتر میڈیکل کالج ملتان کے طلباء کو چناب نگر کے ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے ریل سے اتار کر زدوکوب کر کے شدید زخمی کر دیا۔ بعد میں لوگوں نے انہیں ریل کے ذریعے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال فیصل آباد پہنچایا۔ لیکن یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح ہر سو پھیل گئی۔ لوگ فیصل آباد ریلوے اسٹیشن پر جوق در جوق امڈ آئے۔ لاکھوں لوگوں کا ریلوے اسٹیشن پر ہجوم تھا۔ تو مولانا تاج محمودؒ نے تاریخ ساز مرزائیت کے خلاف تقریر کی جو تحریک ختم نبوت 1974ء کی بنیاد بنی۔ بانی تحریک ختم نبوت 1974ء حضرت مولانا تاج محمودؒ کو اعزاز حاصل ہے۔ اس طرح مجاہد ختم نبوت کا خطاب ملا۔ بالآخر ۷ ستمبر 1974ء کو ذوالفقار علی بھٹو کی پارلیمنٹ نے مرزائیوں کا ٹنٹنا بجا دیا۔ یہ کارنامہ مولانا تاج محمودؒ کا ہے اس لئے پاکستان

کا ہر آنے والا حکمران مولانا تاج محمودؒ کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا تھا اور اچھے تعلقات استوار کرتا۔ سابق صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کو مولانا تاج محمودؒ سے والہانہ محبت تھی۔ وہ اکثر ان کی خیر وعافیت معلوم کیا کرتے تھے۔ مولانا تاج محمودؒ سچے عاشق رسول تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں شان کی موت عطاء کی۔ بیس فروری 1984ء کو مولانا تاج محمودؒ کا انتقال ہوا تو لاکھوں لوگوں نے ان کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ ماضی کا وہ ننھا سا بچہ جو سائیکل پر تقریر کیا کرتا تھا وہ آخر مولانا تاج محمودؒ کا اکلوتا بیٹا صاحبزادہ طارق محمودؒ ہی تھا۔ باپ (مولانا تاج محمودؒ) کی وفات کے بعد انہوں نے علم وعمل کے میدان میں اپنا لوہا منوایا۔ مایہ ناز عالم ثابت ہوئے۔ مذہبی گھرانے کی پرورش نے انہیں زار زار بنایا۔ وہ سچے عاشق رسولؐ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زبان گوہر باز بنا دیا۔ ان کی جادو اثر تقاریر کی وجہ سے بے شمار مرزائی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے مولانا تاج محمودؒ کے حلقہ یاراں میں کمی نہ آنے دی۔ اہل شہر (فیصل آباد) ان کی تقاریر سن کر فریفتہ ہو جایا کرتے۔ انہوں نے جامع مسجد محمود کے منبر پر تیئس سال خطابت کی خطابت، صحافت و ماہر تعلیم جیسی خوبیاں ان میں مزین تھیں۔ انہوں نے کتابت کے میدان میں چھ کتابیں لکھیں جو ان کی زندگی کا نچوڑ ہیں۔ صدائے محراب جلد اول، صدائے محراب جلد دوم، قادیانیت کا سیاسی تجزیہ، سفر دیدہ نم، پیکر اتحاد، ذوق بیاں جنہیں اہل علم نے بے حد سراہا، مکتبہ جامع مسجد محمود (ریلوے کالونی فیصل آباد) سے دستیاب ہیں۔ صحافت کے میدان میں مولانا تاج محمودؒ کا ورثہ رسالہ لولاک کے چیف ایڈیٹر رہے۔ ان کے مضامین میں ایسی تاثیر کہ قارئین دلجمعی کے ساتھ پڑھ کر مستفید ہوتے۔ ماہر تعلیم کی حیثیت سے بنات الاسلام ہائی سکول کے ناظم اعلیٰ رہے۔ اس ادارہ کو انہوں نے اسلامی بنیادوں پر استوار کیا۔ ایسا تعلیمی ادارہ کم کم ہوگا۔ یہاں بچیوں کو تعلیم کے ساتھ اسلامی اقدار سے روشناس اور اچھے کردار کی تعمیر کی جاتی ہے۔

ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھوں کی دوا کرے کوئی

یہ حقیقت ہے کہ موت سب کو آنی ہے۔ وہ دل کے عارضہ میں مبتلا رہے۔ مگر کسی کو اپنی بیماری کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ نو ستمبر 2006ء کو لاہور میں تاریخ ساز تقریر کی یہ ان کا آخری اسلامی افکار نبی پیغام تھا۔ کیا خبر کہ وہ ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ بارہ ستمبر 2006ء کو بنات الاسلام ہائی سکول میں تعلیمی خدمات سرانجام دیں۔ سکول سے چھٹی ہوئی تو زیر تعلیم اپنی چھوٹی بیٹی عائشہ کو لینے بیٹا شاہد محمود آیا تو حسرت بھری نگاہوں سے الوداع کیا۔ خود سکول پر ٹھہر گئے۔ ماہنامہ لولاک کا آخری اداریہ مکمل کیا گھر کی راہ لی راستے میں ہی داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں لوگ شریک ہوئے۔ جس میں بڑے بڑے علماء زعما کرام تھے۔ جن میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد اشرف ہمدانی، علامہ زاہد القاسمی، سابق صدر پاکستان جسٹس محمد رفیق تارڑ اس دل سوز خبر نے ہم پہ رات بھاری کر دی۔ اس موقع پر پاکستان کی قد آور شخصیت سابق صدر پاکستان نے کہا یہ جنازہ دراصل عاشق رسول کا جنازہ ہے اور آج تک صاحبزادہ طارق محمودؒ نے مولانا تاج محمودؒ کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ والد گرامی کو مولانا تاج محمودؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ ہم نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ اپنے باپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک جاری وساری رکھیں گے۔ انشاء اللہ!

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے نمایاں کیا کئے

مولانا عبدالرحیم اشعرؒ......حیات وخدمات!

تحریر: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

بھاری بھرکم وجود، ہروقت کتب بینی میں مستغرق، مولانا محمد علی جالندھریؒ کے پرائیویٹ سیکرٹری، تحریک ہائے ختم نبوت ۱۹۵۳ء، ۱۹۷۴ء، ۱۹۸۴ء میں علمی سرمایہ مہیا کرنے والی شخصیت یہ تھے۔ مولانا عبدالرحیم اشعرؒ جو ۲۵؍مئی ۱۹۲۴ء کو عنایت پور تحصیل جلالپور پیروالا ضلع ملتان میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ میں حاصل کی۔ آپ کے ماموں حاجی رحیم بخشؒ اکابرین تحریک اور تحریک ختم نبوت کے والا وشیدا تھے۔ اپنے نوخیز بھانجے عبدالرحیم کے ساتھ خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ کے ہاں شاہی مسجد شجاع آباد میں جمعہ پڑھنے کے لئے تشریف لائے۔ حضرت قاضی صاحبؒ سے اپنے بھانجے کا تعارف کرایا۔ تو قاضی صاحبؒ نے برخوردار کو مانگ لیا۔

۱۹۴۳ء میں مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ جامع مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں جامعہ محمدیہ کی بنیاد رکھ چکے تھے۔ تو نوجوان عبدالرحیم کو جامعہ محمدیہ میں داخل کرادیا گیا اور موقوف علیہ تک کتب جامعہ محمدیہ میں پڑھیں۔

۱۹۴۷ء قیام پاکستان کے بعد خیر العلماء، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ جالندھر سے ہجرت کر کے ملتان تشریف لے آئے اور خیر المدارس کی بنیاد رکھی تو نوجوان عبدالرحیم بھی جامعہ خیر المدارس میں داخل ہوگئے اور دورہ حدیث شریف جامعہ خیر المدارس سے کیا۔ جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاریؒ، شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم آپ کے ہمدرس رہے ہیں۔

جامعہ خیر المدارس کی تعمیر وترقی میں نوجوان عبدالرحیم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ فراغت کے بعد اپنے آبائی علاقہ عنایت پور میں مطالب العلوم کے نام سے مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ خیر العلماء، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کے حکم پر کچھ عرصہ ملتان میں ایک مدرسہ میں ابتدائی درجہ کے مدرس بھی رہے۔

ردقادیانیت کورس: تقسیم کے بعد قادیانیت کی ارتدادی سرگرمیاں بڑھنے لگیں تو پورے ملک سے خطوط اور ٹیلی گراموں کے ذریعہ قادیانیت کا مقابلہ کرنے کے مطالبے ہونے لگے تو شاہ جیؒ (امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ) کے حکم پر مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ نے فاتح قادیان مولانا محمد حیاتؒ کو ان کے بھائیوں سے خیر پور میرس سے لاکر ردقادیانیت کورس شروع کرایا۔ پہلے کورس میں مولانا کے علاوہ مولانا محمد لقمان علی پوریؒ، مولانا قائم الدین عباسیؒ، مولانا قاضی عبداللطیف اخترؒ شجاع آبادی، مولانا غلام محمد علی پوریؒ شریک ہوئے۔

بحیثیت مبلغ تقرری: مولانا کورس سے فارغ ہوئے تو آپ کو فیصل آباد کا مبلغ مقرر کردیا گیا۔ تا آنکہ ۱۹۵۳ء کی تحریک کا آغاز ہوا۔ مولانا نے فیصل آباد اور مضافات میں تحریک کا الاؤ گرم رکھا۔ ایک پک اپ پر لاؤڈ سپیکر لگا کر دیہاتوں میں نکل جاتے۔ خطیب اسلام مولانا قاری عبدالحئی عابد لاہوری جوان دنوں فیصل آباد میں زیر

تعلیم تھے۔ وہ تلاوت اور نعت پڑھتے مولانا اشعر تقریر کرتے۔ پھر اگلے دیہات اور پھر اگلے اس طرح پورے ضلع میں قادیانیت کے خلاف آگ لگادی تا آنکہ آپ کے وارنٹ گرفتاری جاری کر دیئے گئے۔ آپ نے پھٹے پرانے کپڑے پہنے اور مزدوروں کی طرح ریلوے لائن کے ساتھ ساتھ پیدل چلتے رہے۔ تا آنکہ شہر سے اگلے اسٹیشن پر گاڑی پر سوار ہوئے۔ خانیوال اترے تو دیکھا کہ پولیس کا ایک مخبر پھر رہا ہے۔ اس سے بچ بچا کر گاڑی پر سوار ہوئے ملتان اتر کر دفتر تشریف لائے۔ تو دفتر پر چھاپہ پڑا اور آپ استاذ المناظرین مولانا محمد حیاتؒ، مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی معیت میں گرفتار کر لئے گئے اور تین ماہ تک جیل میں رہے۔ جیل میں شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے شرف تلمذ رہا۔ قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر پڑھی۔ منیر انکوائری کمیشن ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اس وقت کے ہلاکو خانوں اور چنگیزوں سے دس ہزار سے زائد مسلمانوں کو خاک وخون میں تڑپایا اور تحریک کو گولی سے دبا دیا گیا۔ ایک سال کے بعد تمام قائدین کی رہائی عمل میں آئی۔

حکومت نے ان فسادات کے متعلق انکوائری کمیشن مقرر کیا۔ انکوائری کمیشن نے غیر متعلقہ مباحث پر بحث شروع کر دی۔ اس کے لئے کتب کی ضرورت تھی۔ مجلس کے دفتر سے تمام کتابیں پولیس نے قبضہ میں لے کر ضائع کر دی تھیں۔ مولانا لال حسین اخترؒ کی کتابیں کراچی سے منگوائی گئیں۔ مختلف احباب سے قادیانی کتب کا ذخیرہ جمع کر کے مولانا اشعر لاہور لے گئے۔ لاہور میں کوئی پناہ دینے والا نہیں تھا۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبداللہؒ صاحب نے اپنے ایک مرید حکیم عبدالمجید سیفی کو حکم فرمایا کہ وہ رہائش کا بندوبست کریں تو اس طرح رہائش کا مسئلہ حل ہوگیا۔ مولانا کا ذہن اور کتب ۱۹۵۳ء کی تحریک میں کام آئے۔

کراچی میں تبادلہ: انکوائری سے فراغت کے بعد کراچی تبدیل کر دیئے گئے اور ۱۹۶۶ء تک کراچی میں مبلغ رہے۔ جہاں محدث العصر حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ سے استفادہ کا خوب موقع ملا۔ مطالعہ کا بہت شوق تھا۔ ذاتی کتب خانہ بھی بنایا اور مجلس کی لائبریری میں تاریخی نوادرات جمع کئے۔

مرکزی مبلغ: ۱۹۶۶ء کے بعد مرکزی مبلغ بنا دیئے گئے۔ یوں پورا ملک ان کا حلقہ تبلیغ بن گیا۔ مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھریؒ، مولانا لال حسین اخترؒ، مولانا محمد حیاتؒ کی رفاقت وصحبت نے انہیں کندن بنا دیا۔

مرکزی مبلغ کے ساتھ ساتھ جامعہ عربیہ فاروقیہ عارف والا کے تیس سال سے زائد عرصہ خطیب رہے۔ مولانا لال حسین اخترؒ جب تین سالہ تبلیغی دورہ پر جزائر فیجی اور یورپ تشریف لے گئے تو آپ قائم مقام ناظم اعلیٰ رہے۔ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ جب مجلس کے مرکزی امیر منتخب ہوئے تو شیخ بنوریؒ نے آپ کو مرکزی ناظم تبلیغ مقرر کیا۔ یوں مختلف ادوار میں مجلس کے مرکزی ناظم اعلیٰ، ناظم تبلیغ اور مرکزی نائب امیر کے عہدوں پر فائز رہے۔

تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء: جناب ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کے خلاف دوسری بڑی تحریک چلی تو آپ نے ملک کے طول وعرض کے دورے کئے اور تحریک کو منظم کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ جب قومی اسمبلی میں بحث ہوئی تو ''ملت اسلامیہ کا مؤقف'' کی ترتیب اور حوالہ جات میں سب سے زیادہ کردار آپ کا رہا۔ آپ حوالہ جات کی ترتیب وتخریج کر کے دیتے اور مولانا محمد تقی عثمانی، مولانا سمیع الحق نے اس

کے نوک پلک صحیح کر کے اسے کتابی شکل دی اور مولانا مفتی محمودؒ نے اسے لفظ بلفظ پڑھ کر اسمبلی میں سنایا۔

مقدمات کی پیروی: اندرون وبیرون ملک قادیانیوں سے متعلق مقدمات کی پیروی کے لئے آپ کی خدمات میسر رہیں۔قومی اسمبلی میں کیس کی تیاری سے لے کر وفاقی شرعی عدالت، مختلف ہائی کورٹوں، سپریم کورٹ اور کیپ ٹاؤن افریقہ کی عدالت میں امت مسلمہ کی ترجمانی کی سعادت نصیب ہوئی۔

تصنیف وتالیف: شب وروز تبلیغی اسفار، تحریکی سرگرمیوں کی وجہ سے تصنیف وتالیف کا وقت بہت ہی کم ملا۔ بایں ہمہ مرزا غلام احمد قادیانی کی آسان پہچان، قادیانیت علامہ اقبال کی نظر میں۔ بیرون ملک قادیانی تبلیغ کی حقیقت نامی تین پمفلٹ لکھے اور اپنی یادداشتوں پر مشتمل دو کاپیاں بھی مرتب کیں۔ جو وفات سے چند ماہ قبل بندہ کو عنایت فرمائیں۔ جن کے حوالہ جات کی تخریج وتسوید کا کام شروع ہے۔ اللہ پاک نے توفیق دی تو بہت جلد انہیں کتابی شکل میں پیش کردیا جائے گا تاکہ آپ کی محنت محفوظ ہوسکے۔

بیعت وسلوک: بیعت کا تعلق شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ سے تھا۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ سے متعلق ہوگئے اور دین پور شریف سے بھی رابطہ رہا۔

معمولات: تبلیغی اسفار کے باوجود ایک پارہ یومیہ تلاوت کا معمول رہا۔ اسلامی تاریخ اگر معلوم کرنا ہوتی تو مولانا کی تلاوت کے پارہ سے معلوم ہوجاتا کہ آج فلاں تاریخ ہے۔ تلاوت کے علاوہ ذکراذکار کا سلسلہ بھی جاری رہتا۔

علالت: شوگر کے مریض تھے۔ اس دوران آنکھوں پر موتیا آگیا۔ بہاولپور کے مشہور آئی سرجن نے شوگر پر کنٹرول کئے بغیر اپریشن کردیا۔ جس سے بینائی متاثر ہوئی اور مستقل آبائی علاقہ عنایت پور میں منتقل ہوگئے۔ شوگر کے ساتھ ساتھ کئی ایک اور عوارض بھی حملہ آور ہوئے اور مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کے مصداق کئی ایک بیماریوں نے گھیرلیا۔

علالت کی وجہ سے جب گھر چلے گئے تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی شوریٰ نے محقق العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کی تحریک پر ان کا تین ہزار روپے ماہوار وظیفہ مقرر کردیا۔ جو تازیست جاری رہا۔ ساری زندگی قوت لایموت پر اکتفا کیا۔ کوئی جائیداد نہ بنائی بلکہ ذاتی مہمان آتے تو ہر ماہ کے بعد اتنے خرچہ کی رسید کاٹ دیتے۔ مجلس کے ساتھ بیلنس برابر رکھا۔ بلکہ اپنے بعد آنے والوں کے لئے بہترین نمونہ چھوڑ کر گئے۔

بہرحال موت کا وقت مقررہ آن پہنچا اور آپ ۲۲؍مئی ۲۰۰۳ء کو اس جہان فانی سے عالم جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ آپ کی نماز جنازہ آپ کے طالب علمی کے ساتھی جامعہ خیر المدارس ملتان کے شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق دامت برکاتہم نے پڑھائی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی خازن مولانا اللہ وسایا، بہاولپور مجلس کے مبلغ مولانا محمد اسحاق ساقی سمیت مجلس کے رفقاء، علماء کرام، مشائخ عظام نے جنازہ کو کندھا دیا۔ یوں علم وفضل کا مہتاب تمام دنیوی تکالیف سے جان چھڑا گیا۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ کے علاوہ دو بیٹے مولانا عطاء الرحمان، قاری ضیاء الرحمان اور بچیاں چھوڑیں۔ مولانا عطاء الرحمان آپ کے جانشین مقرر ہوئے اور مدرسہ کے مہتمم بھی جب کہ قاری ضیاء الرحمان مدرس وناظم۔ اللہ پاک ان کی خدمات کو قبول فرماکر اپنے درجات عالیہ سے منور کریں۔ آمین یا اللہ العالمین!

اقبال اور قادیانیت: تحقیق کے نئے زاویے!

تحریر: ایس۔اے۔یو

''اقبال اور قادیانیت تحقیق کے نئے زاویے'' نامی کتاب اپنے موضوع پر ایک معرکہ آرا تصنیف ہے۔ اگر چہ اس کے مصنف جناب بشیر احمد پاکستانی سول سروس کے ایک اعلیٰ عہدے سے اپنی مدت ملازمت پوری کرنے کے بعد ریٹائر ہوئے۔ لیکن ان کے مطالعے کا خصوصی موضوع تقابل ادیان رہا ہے۔ تقابل ادیان میں بھی ان کا اختصاص اسلام دشمن تحریکوں کا جائزہ ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے کئی قابل قدر کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی پہلی کتاب ''قادیان سے اسرائیل تک'' ہے جو انہوں نے ابو مدثرہ کے قلمی نام سے لکھی۔ اب تک اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی دوسری کتابوں میں ''بہائیت: اسرائیل کی خفیہ سیاسی تنظیم'' ''فری میسنری: اسلام دشمن خفیہ یہودی تنظیم'' اور ''بائبل کا تحقیقی جائزہ'' شامل ہیں۔ قادیانی تحریک کا آغاز اور ارتقاء برصغیر پاک و ہند میں ہوا۔ اس لئے اس تحریک کی تائید اور مخالفت میں سب سے زیادہ اور اہم کتابیں اردو ہی میں لکھی گئیں۔ لیکن جناب بشیر احمد کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے دستاویزی حوالوں سے انگریزی میں ایسی تحقیقی کتاب لکھی ہے جس کا جواب ہماری اطلاعات کے مطابق آج تک قادیانی نہیں دے سکے۔ باریک ٹائپ میں تقریباً پونے پانچ سو صفحات پر مشتمل اس کتاب کا نام Ahmadiyya Movement:British-Jewish Connections ہے۔

حال ہی میں اس کا اردو ترجمہ جناب احمد علی ظفر نے تحریک احمدیت: یہودی وسامراجی گٹھ جوڑ'' کے عنوان سے کیا ہے۔ جسے ادارہ اصلاح وتبلیغ آسٹریلیا بلڈنگ ریلوے اسٹیشن لاہور (فون:042/7663896) نے شائع کیا ہے۔ علامہ اقبال کی شہرت ایک فلسفی اور شاعر کی ہے۔ جنہوں نے پاکستان کا تصور پیش کیا۔ لیکن قادیانیت پر ان کے بیانات اور مضامین نے بحث ونظر کے نئے دروازے کھول دیئے۔ لطیف احمد شیروانی نے ۱۹۴۵ء میں علامہ کے بیانات اور مضامین پر مشتمل ''حرف اقبال'' کے عنوان سے ایک کتاب مرتب کر کے شائع کی۔ جس میں وہ بیانات اور مضامین بھی شامل ہیں جن کا تعلق قادیانیت سے ہے۔ ان بیانات اور مضامین میں علامہ اقبال نے ایک واضح نقطۂ نظر اختیار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

''محمد ﷺ کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے۔ جس سے انکار کفر اور مستلزم ہو۔ جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے۔ قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حامل تھا۔ لہٰذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں۔'' (حرف اقبال ص۱۲۷)

علامہ اقبال کا بنیادی نقطۂ نظر یہ ہے کہ قادیانی تحریک اصلاً ایک سیاسی تحریک ہے۔ جس کا مقابلہ سیاسی ہتھیاروں سے کرنا چاہئے۔ ان کے نزدیک مرزا غلام احمد قادیانی کا اصل جرم یہ ہے کہ انہوں نے انگریزوں کی سیاسی غلامی کو الہامی، سند فراہم کی۔ علامہ اقبال کے بارے میں اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ:

''ہمارا ایمان ہے کہ اسلام بحیثیت دین خدا کی طرف سے ظاہر ہوا۔ لیکن اسلام بحیثیت سوسائٹی یا ملت

کے رسول کریم ﷺ کی شخصیت کا مرہون منت ہے۔ میری رائے میں قادیانیوں کے سامنے صرف دوراہیں ہیں یا وہ بہائیوں کی تقلید کریں۔ (یعنی اپنے آپ کو امت مسلمہ میں شمار نہیں کریں) یا پھر ختم نبوت کی تاویلوں کو چھوڑ کر اس اصول کو اس کے پورے مفہوم کے ساتھ قبول کرلیں۔ ان کی جدید تاویلیں محض اس غرض سے ہیں کہ ان کا شمار حلقۂ اسلام میں ہوتا کہ انہیں سیاسی فوائد پہنچ سکیں۔ (حرف اقبال ص ۱۱۷)

اس لئے علامہ اقبال نے ۱۹۳۵ء میں مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کیا جائے۔ لیکن انگریز اس مطالبے کو کیوں کر تسلیم کر سکتے تھے۔ جب کہ بانی تحریک مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی غلامی کو الہامی سند عطاء کی اور اپنے آپ کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا قرار دیا۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ علامہ اقبال قادیانیت کے بارے میں اس نتیجے پر اتنی دیر کے بعد کیوں پہنچے۔ زیر نظر کتاب کے دیباچہ نگار نے اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ متعدد وجوہ کی بناء پر علامہ کو قادیانیت کا گہری نظر سے مطالعے کا موقع نہیں مل سکا۔ وہ اپنے مؤقف کی تائید میں علامہ کا وہ خط پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اپنے دوست سید بشیر احمد کو لکھا۔ اس خط میں علامہ لکھتے ہیں۔ ''اختلاف سلسلہ احمدیہ کے بارے میں وہی رائے دے سکتا ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف سے پوری آگاہی رکھتا ہو اور یہ آگاہی مجھے حاصل نہیں ہے۔'' اس خط میں علامہ اقبال لکھتے ہیں کہ:

''اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے حقیقت النبوۃ (مصنفہ امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود) کی بہ لحاظ اس کی ترتیب کے تعریف کی تھی۔'' لیکن علامہ کے اس جملے سے یہ نتیجہ نکالنا درست نہیں ہوگا کہ انہوں نے اس کتاب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ کیونکہ علامہ اقبال جیسا عبقری کسی کتاب کو سرسری طور پر دیکھ کر یہ رائے قائم کر سکتا ہے کہ بہ لحاظ ترتیب یہ کیسی ہے۔

دیباچہ نگار نے عام قارئین بلکہ اقبال شناسوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی ہے کہ علامہ اقبال کی عام سوانح عمریوں میں ان کی مرزا غلام احمد قادیانی سے ملاقات کا ذکر نہیں ملتا۔ اس ملاقات کا انکشاف غالباً سب سے پہلے جماعت احمدیہ لاہور کے امیر مولوی محمد علی لاہوری نے کیا۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''میں اکتوبر ۱۹۳۴ء میں ڈاکٹر اقبال کی عیادت کو گیا۔ دوران گفتگو ڈاکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ وہ اور (سر) فضل حسین ۱۹۰۴ء میں مرزا غلام احمد قادیانی سے سیالکوٹ میں ملے تھے۔ (سر) فضل حسین نے مرزا غلام احمد قادیانی سے پوچھا کہ کیا وہ اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہتے ہیں تو مرزا قادیانی نے جواب دیا ہرگز نہیں۔''

(Sir Muhammad Iqbal's statement regarding Qadianis, Maulana Muhammad Ali, Page:6,7)

جن لوگوں نے علامہ اقبال کی سوانح عمریوں کا مطالعہ کیا ان پر یہ بات واضح ہے کہ علامہ کی طبیعت میں حسن ظن کا پہلو غالب تھا۔ جناب بشیر احمد نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ علامہ کے ذہن پر مرزا قادیانی سے اس ملاقات کے نقوش تادیر قائم رہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انہوں نے خاصے عرصے تک قادیانیوں کے ساتھ نہ بحث ومباحثہ کیا اور نہ ان کی تکفیر کی۔ انہوں نے سوچا ہوگا کہ جب خود بانی تحریک اپنے نہ ماننے والوں کو کافر کہنے سے انکار کرتے ہیں

تو وہ حقیقی نبوت کے مدعی نہیں ہیں۔ بلکہ لغوی معنوں (یعنی پیشین گوئی کرنے والا) میں اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں۔ جناب بشیر احمد آگے چل کر لکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے جانشین حکیم نور الدین قادیانی نے مسلمانوں سے تعاون بڑھانے کے لئے اعتدال پسندانہ روش اختیار کی۔ انہوں نے خواجہ کمال الدین قادیانی کی سرگرمیوں کی سرپرستی کی جنہوں نے پورے برصغیر میں صرف اسلام کے موضوع پر لیکچر دئیے۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا ذکر نہیں ہوتا تھا۔

دیباچہ نگار لکھتے ہیں کہ جولائی ۱۹۰۸ء میں جب علامہ اقبال اپنی تعلیم مکمل کر کے یورپ سے وطن واپس آئے تو مرزا قادیانی کا انتقال ہو چکا تھا۔ علامہ نے لاہور میں جب اپنی وکالت کا آغاز کیا تو مرزا قادیانی کے پیروکاروں نے ان کے گرد گھیرا ڈال دیا۔ ان لوگوں میں ڈاکٹر بشارت احمد، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ، خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری شامل تھے۔ ان میں سے بعض کے ساتھ علامہ کے پہلے سے سماجی مراسم بھی تھے۔ یہ علامہ سے علمی مسائل پر تقریریں کراتے اور انہیں سماجی تقریبات میں آگے آگے رکھتے۔ اس کے قرائن موجود ہیں کہ یہ لوگ علامہ سے مرزا قادیانی کے جذبہ تبلیغ اسلام کا ذکر کرتے اور انہیں بانی تحریک کے دور اوّل کے معتقدات سناتے۔ جن میں دعوئ نبوت سے انکار اور آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اقرار ہے۔

علامہ اقبال کو قادیانی جماعت کو قریب سے دیکھنے کا موقع اس وقت ملا جب ۱۹۳۱ء میں انہوں نے اس جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کے ساتھ آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں کام کیا۔ اس وقت علامہ پر واضح ہوا کہ قادیانی کشمیری مسلمانوں کے حقوق کی جدوجہد کے نام پر اصلاً اپنے گروہی مقاصد کے لئے کوشاں ہیں۔ اسی دوران برصغیر میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص قادیانیت کے خلاف علمی اور عملی سرگرمیاں زور وشور سے شروع ہوگئیں۔ آل انڈیا کشمیر کمیٹی میں قادیانیوں کے رویے کے پیش نظر علامہ اس کمیٹی سے مستعفی ہوگئے۔ یہ وسط ۱۹۳۳ء کی بات ہے اسی سال کے آخر میں پروفیسر الیاس برنی کی کتاب ''قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ'' شائع ہوئی۔ اور کثیر تعداد میں ملک کے اہل علم کو ہدیۃً بھیجی گئی۔ یہی وہ کتاب ہے جس سے علامہ اقبال قادیانیوں کے عقائد سے مکمل طور پر واقف ہوئے۔ انہوں نے اس کے دوسرے ایڈیشن پر رائے دی کہ یہ کتاب ملک میں وسیع پیمانے پر شائع ہونے کے قابل ہے۔ علامہ اقبال کے اس کتاب کے مطالعے کا سال ۱۹۳۴ء متعین کیا جاسکتا ہے۔ اسی سال انہوں نے قادیانی رہنماؤں کی اصل کتابوں کا مطالعہ کیا اور اپنے مطالعے کا اظہار ۱۹۳۵ء کے اس تاریخی بیان کی صورت میں کیا کہ حکومت قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرے۔ دیباچہ نگار اپنے اس دعوے کے ثبوت میں جسٹس (ریٹائرڈ) عطاء اللہ سجاد کے ایک مضمون کا اقتباس پیش کرتے ہیں۔ جو جسٹس صاحب نے ۲۱ راپریل ۱۹۹۹ء کے روزنامہ نوائے وقت میں لکھا۔ یہاں ان اقتباس کی تلخیص پیش کی جاتی ہے۔ اس تلخیص میں احتیاط کے پیش نظر جسٹس سجاد صاحب کے اکثر اصل جملے شامل کر لئے گئے ہیں۔ جسٹس صاحب نے لکھا:

''۱۹۳۵ء کی بات ہے کہ میں روزنامہ احسان (لاہور) کے چیف ایڈیٹر مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش کے ہمراہ علامہ اقبال کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں میں احسان میں رکن ادارہ کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ دوران

گفتگو میں نے علامہ اقبال سے پوچھا کہ آپ بعض معاملات (مثلاً کشمیر کمیٹی) میں قادیانیوں سے تعاون کرتے رہے ہیں تو پھر آپ کا رویہ اتنا شدید کیوں ہوگیا ہے کہ آپ نے مطالبہ کیا ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کیا جائے۔ علامہ اقبال نے جواب دیا ہاں میں نے ان کے ساتھ بعض معاملات میں تعاون کیا۔ لیکن میری بیماری (جو ۱۰ر جنوری ۱۹۳۴ء کو شروع ہوئی) میرے لئے باعث رحمت بن گئی کہ خدا نے مجھ پر حق وصداقت کے دروازے کھول دیئے۔ علامہ اقبال نے کہا انہی دنوں مجھے قادیانیت کے بارے میں الیاس برنی کی کتاب ملی۔ جس کے مطالعے کے بعد میں نے قادیانیوں کی اصل کتابیں منگوا کر پڑھیں۔ کیوں کہ (بیماری کے سبب) میرے پاس کافی وقت تھا۔ علامہ اقبال نے فرمایا کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں ختم نبوت پر کوئی اختلاف نہیں……''

زیر نظر کتاب میں اس حقیقت کو بھی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے کہ ۱۹۳۱ء کے بعد سے قادیانی مخالف تحریک میں شدت پیدا ہوئی اور علمی اور عملی طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کاذبہ کے خلاف محاذ سرگرم ہوگیا۔ اس دوران میں علمی لحاظ سے متعدد قابل قدر کتابیں شائع ہوئیں۔ جن میں قادیانی دلائل کے تاروپود بکھیر دیئے گئے۔ سیاسی محاذ پر مجلس احرار، جمعیت علماء ہند اور مولانا ظفر علی خاں سمیت مختلف اہل علم نے قادیانیت کا تعاقب کیا۔ احرار نے قادیانیت کے خلاف عوامی سطح پر تحریک چلائی۔ وہ قادیانیوں کو برطانوی سامراج کے دست وباز و کہتے تھے اور اس بات پر زور دیتے تھے کہ قادیانیوں سے ان کی جنگ مذہبی ہی نہیں بلکہ سیاسی بھی ہے۔ ۲۱ر اکتوبر ۱۹۳۴ء کو مجلس احرار نے قادیان کے قریب رجادہ میں ایک تبلیغی کانفرنس منعقد کی۔ جس میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے قادیانیت پر شدید تنقید کی۔ انہوں نے قادیانیوں کو برطانوی سامراج کے دم بریدہ کتے کہا جو انگریز کے بوٹ چاٹنے کو فخر سمجھتے ہیں۔

جناب بشیر احمد نے اس کتاب میں علامہ اقبال کے خلاف قادیانیوں کے عمومی اعتراضات کا جواب دیا ہے۔ قادیانی کمیونسٹ اور سیکولر حلقے علامہ اقبال پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ سر ظفر اللہ کے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر بننے پر احساس محرومی کا شکار ہوئے اور اس احساس محرومی کے نتیجے میں انہوں نے مطالبہ کیا کہ حکومت قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ جماعت تسلیم کرلے۔ ڈاکٹر جاوید اقبال زندہ رود میں لکھتے ہیں کہ علامہ اقبال وائسرائے کی کونسل کے ممبر نہیں بن سکتے تھے۔ کیونکہ وہ اس زمانے میں بیمار تھے۔ جناب بشیر احمد نے اس ضمن میں ایک اہم سوال اٹھایا ہے کہ اگر علامہ اقبال کو وائسرائے کی کونسل کی رکنیت میں دلچسپی ہوتی تو سر فضل حسین کی ڈائری یا خطوط میں اس کا ذکر ملتا۔ علامہ نے کئی بار انگریزی حکومت کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ ہفت روزہ چٹان کو ۲۲ر اپریل ۱۹۷۴ء کی اشاعت کے مطابق برٹش بیورو آف انٹیلی جنس کی رپورٹ میں اقبال کو ہندوستان کا گھناترین بدمعاش کہا گیا ہے۔ اگر علامہ وائسرائے کی کونسل کی رکنیت کے خواہش مند ہوتے تو وہ سر فضل حسین سے بنا کر رکھتے۔ انگریز اور یونینسٹ پارٹی کی مخالفت نہ کرتے اور پنجاب میں مسلم لیگ کی تنظیم نو نہ کرتے۔ جب کہ سر ظفر اللہ انگریز کے نفس ناطقہ، ان کی ہر سیاسی پالیسی کے مؤید اور اپنے مذہبی عقیدے کے اعتبار سے برطانوی سامراج کے وفادار تھے۔ اس لئے علامہ کے ممبر بنائے جانے کا سرے سے کوئی امکان ہی نہیں تھا۔ انگریز کا انتخاب صرف ظفر اللہ تھے۔

زیرنظر کتاب کے چوتھے باب میں ایک دلچسپ عنوان ''علامہ اقبال کے خط پر حکیم نورالدین کا غلط عربی میں القا'' ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے جانشین حکیم نورالدین نے اخبار بدر قادیان کی ۶رمئی ۱۹۱۳ء کی اشاعت میں علامہ اقبال کے خط کے ایک حصے پر مندرجہ ذیل رائے شائع کرائی۔

''مجھے محمد اقبال ڈاکٹر نے میرے ایک خط کے جواب میں لکھا ڈریپر (امریکی فلسفی جان ولیم ڈریپر ۱۸۱۱۔۱۸۸۲) مرگیا۔ اس کا فلسفہ بھی مرگیا۔ یورپ ہر روز نئے فلسفے کا دلدادہ ہے۔ میرے خیال میں یہ کیا بات ہے۔ ظہر کا وضو کرنے لگا القا ہوا۔ انسان ہر انسان فنا ہے اور نیا بنتا ہے کیا یہ انسان لغو ہے؟ ہرگز نہیں پھر القاء ہوا من حیث سنستدرجهم لا یعلمون!''

جناب بشیر احمد لکھتے ہیں:

''میرے رفیق کار جناب شکیل عثانی کو حکیم صاحب کے اس القاء پر زبان کے نقطۂ نظر سے شبہات تھے۔ انہوں نے اس سلسلے میں جب عربی زبان وادب کے ایک ممتاز فاضل اور ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد کے عربی مجلے ''الدرسات الاسلامیہ'' کے ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر محمد الغزالی سے رجوع کیا تو ایک دلچسپ صورت سامنے آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ حکیم صاحب کا القا مہمل اور گرامر کے لحاظ سے غلط ہے۔ اسی رائے کا اظہار عربی زبان وادب کے چند اور ممتاز ماہرین نے بھی کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ عربی زبان میں عام طور پر ''من حیث'' بطور علت، معلول کے بعد استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ اس القاء میں ترتیب معکوس ہے۔'' (ص ۶۲)

مصنف اس حوالے پر اپنے حاشیے میں لکھتے ہیں:

''یہ حکیم نورالدین کا عجیب وغریب القاء ہے کہ سورۃ قلم کی آیت نمبر ۴۴ کے الفاظ کو آگے پیچھے کر کے لکھ دیا ہے۔ جس کا کوئی مفہوم نہیں نکلتا۔'' (ص ۸۱)

اس طرح ایک صدی کے بعد حکیم نورالدین صاحب کا غلط عربی میں القا منظر عام پر آیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سو سال تک کسی کی نظر اس غلط عربی میں القاء پر کیوں نہیں پڑی اس کا جواب یہ ہے کہ اہل علم کی اصل توجہ بانی تحریک مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کی طرف رہی۔ عربی اور اردو کے صاحب طرز ادیب مولانا ابوالحسن علی ندویؒ نے مرزا قادیانی کی پہلی تصنیف براہین احمدیہ میں درج ان کے بعض الہامات کو ہندوستانی عربی کا ایک نمونہ قرار دیا ہے۔ (قادیانیت: مطالعہ وجائزہ ص ۴۶) مولانا ندویؒ براہین احمدیہ جلد چہارم میں مرزا قادیانی کے ایک الہام پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

''یہ الہام بھی قرآن مجید کی آیتوں اور الفاظ قرآنی کا ایک غیر مربوط مجموعہ ہے۔ اس میں عربیت اور قواعد کی بھی فاش غلطیاں ہیں۔'' (قادیانیت مطالعہ وجائزہ ص ۴۸)

اس معرکہ آراء کتاب میں ایک تسامح بھی ہے۔ جس کی نشان دہی ضروری ہے۔ مصنف نے پہلے باب میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سن پیدائش ۱۸۳۵ء لکھا ہے۔ حالانکہ مرزا قادیانی کی خود اپنی تحریریں (مثلاً حاشیہ کتاب البریہ ص ۱۴۶) صراحت کرتی ہیں کہ ہنگامہ ۱۸۵۷ء کے وقت وہ سولہ سترہ برس کے تھے۔ ان کے صاحبزادے اور

دوسرے خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنے اس سپاسنامے میں جو برطانوی سلطنت کے ولی عہد کی خدمت میں ۱۹۲۲ء میں پیش کیا گیا۔ مرزا قادیانی کا سن ولادت ۱۸۳۶ء لکھا ہے۔ (ص ۳۵)

اس حسب سے ۱۸۵۷ء میں ان کی عمر ۲۱ سال ہوتی ہے۔ مرزا قادیانی کے سن پیدائش میں یہ جعل سازی اس لئے کی گئی کہ ان کی وہ پیشین گوئی درست ثابت ہو جائے۔ جو انہوں نے الہام الٰہی کے تحت (اربعین نمبر ۳ ص ۳۹) پر کی ہے۔ وہ پیشین گوئی درج ذیل ہے:

''ہم تجھے ایک پاک اور آرام کی زندگی عنایت کریں گے۔ اسی (۸۰) برس یا اس کے قریب قریب جب کہ مرزا قادیانی کی اپنی تحریروں کے مطابق وہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے۔''

زیر نظر کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلا باب خاندان اقبال اور قادیانیت کے عنوان سے ہے۔ دوسرے باب کا عنوان بانی قادیانیت کے متعلق علامہ اقبال کی ابتدائی تحریر ہے۔ تیسرا باب علامہ اقبال پر انگریز نوازی کا الزام ہے۔ چوتھے باب پر علامہ اقبال کے حکیم نور الدین اور جماعت احمدیہ لاہور کے تعلقات پر بحث کی گئی ہے۔ پانچویں باب کا عنوان علامہ اقبال کی عملی سیاست ہے۔ چھٹے باب میں اس سوال کا جواب دیا گیا ہے کہ علامہ اقبال نے ۱۹۳۳ء میں قادیانیت کے خلاف مضامین کیوں نہ لکھے؟ ساتویں باب کا عنوان ہے کیا علامہ اقبال نے قادیانیت کے خلاف اس لئے مضامین لکھے کہ وہ وائسرائے ہند کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر نہ بن سکے؟ آٹھواں باب قادیانیت کے حقیقی خدوخال، نواں باب علامہ اقبال کے بیان پر قادیانی جرائد کے تبصروں اور پنڈت نہرو کے خطوط، دسواں باب علامہ اقبال کے آخری دو سال، گیارھواں باب سر ظفر اللہ کی آئینی اسکیم (۱۹۴۰ء) اور بارھواں باب قادیانی اسٹیٹ کا خواب سے بحث کرتا ہے۔

کتاب کے مصنف بشیر احمد قادیانی تحریک پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ خصوصاً قادیانی، اسرائیلی روابط پر ان کی تصانیف نے ملک کے اہل علم سے خراج تحسین حاصل کیا ہے۔ اس کتاب سے جناب بشیر احمد ایک اقبال شناس کے طور پر ابھرے ہیں۔ اس کا مقدمہ ڈاکٹر سفیر اختر صاحب دیباچہ شکیل عثمانی صاحب اور تعارف ڈاکٹر ظفر اللہ بیگ صاحب نے لکھا ہے۔ اس کے مطالعے سے ہمارے قارئین پر مسئلہ اقبال اور قادیانیت کی ایک نئی جہت آشکارا ہوگی۔

مصنف: بشیر احمد ایم۔ اے (فلیچر سکول آف لاء اینڈ ڈپلومیسی یو ایس اے)

صفحات: ۲۸۳...... قیمت: ۲۰۰ روپے

ناشر: مجلس علم و دانش پوسٹ بکس نمبر ۶۳۹ راولپنڈی

ملنے کے پتے: دار التذکیر رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون:042-2212991

فضلی بک سپر مارکیٹ، اردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی فون:021-7231119

بخاری اکیڈمی، دار بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان فون:061-4511961

مکتبہ معاویہؓ جامع مسجد روڈ چیچہ وطنی فون:040-485953

آخری قسط

مولانا ظفر علی خانؒ اور فتنۂ قادیانیت!

جناب عنایت اللہ نسیم

مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کا پول کھولنے کے جرم میں حکومت نے ’’زمیندار‘‘ سے تین ہزار روپیہ کی ضمانت لینے کے ساتھ اس کا بیس ہزار روپیہ کا (یہ اس زمانے کی رقم ہے) مطبع ضبط کرنے سے جو گہرا زخم لگایا تھا۔ اس کے مندمل ہونے کی کوئی شکل نہ نکلی تھی کہ اسی وضع کے ایک اور جرم کی پاداش میں آج اس نے چار ہزار روپیہ چہرہ شاہی کی ضمانت مانگی ہے۔ تین ہزار روپیہ ’’زمیندار‘‘ سے اور ایک ہزار روپیہ کریمی پریس سے جہاں ’’زمیندار‘‘ طبع ہوتا ہے۔ جرم یہ ہے کہ میں نے حضور تاجدار انگلستان اور حضور ممدوح کی وساطت سے ساری مسیحی دنیا کے نام وہ مکتوب مفتوح کیوں لکھا اور چھاپا۔ جس میں ممدوح سے بحیثیت حامی دین مسیح یہ التجا کی گئی ہے۔

(اولاً) حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام اور حضرت مریم صدیقہؓ کی عزت کو مرزا غلام احمد قادیانی کے فحش اور اشتعال انگیز حملوں سے بچانے کے لئے کوئی مؤثر کارروائی کی جائے۔ جو اس شخص کی کتابوں میں کئے گئے ہیں۔ جنہوں نے مسلمانوں اور مسیحوں دونوں کا دل دکھانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ یعنی مرزا مذکور کی ان کتابوں کو ضبط کیا جائے۔

(ثانیاً) چوہدری ظفر اللہ خاں کے تقرر پر خط تنسیخ کھینچا جائے کہ ان صاحب کے عقیدہ میں تمام مسلمان کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ اس لئے ایسا شخص مسلمانوں کا نمائندہ نہیں ہوسکتا۔

(ثالثاً) قادیانیوں کو جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔ اس افتتاحیہ کے آخر میں مولانا نے فرمایا۔

’’مسلمانوں سے میرا ایک ہی سوال ہے۔ کیا آپ ’’زمیندار‘‘ کی ضمانتوں اور ضبطیوں سے ہیبت زدہ ہو کر حق اور باطل کے اس معرکے میں جس میں ہم اور آپ سردھڑ کی بازی لگا کر شریک ہوچکے ہیں۔ پسپا ہو جائیں گے اور غلام احمد قادیانی کو اپنا پیغمبر مان کر محمد مصطفیٰ ﷺ کی ختم المرسلین کا دامن چھوڑ کر ہار جائیں گے۔‘‘

(زمیندار ۹؍دسمبر ۱۹۳۴ء)

ساتھ ہی سرشت مرد مومن کے عنوان سے حسب ذیل نظم انہی دنوں شائع ہوئی۔

اگر چندہ کی حاجت ہے تو کر دعویٰ رسالت کا
بغیر اس ڈھونگ کے چندہ مہیا ہو نہیں سکتا

سنا ہے قادیاں میں بانسری بجتی ہے کوکل کی
مگر ہر بانسری والا کنہیا ہو نہیں سکتا

یہ آساں ہے کہ بدلے جون اور بچھو بنے لیکن
کبھی بھی شہد کی مکھی سے تتیا ہو نہیں سکتا

اگر مکہ سے بھی وہ ڈھینچوں ڈھینچوں کرتا آ جائے
قیامت تک خر عیسیٰ گویا ہو نہیں سکتا

مجدد الف ثانی سے غلام احمد کو کیا نسبت
ثریٰ کتنا بھی اونچا ہو ثریا ہو نہیں سکتا

برادر خواندگی کی شرط اگر ہے مرزائیت
قیامت تک بھی ہم سے یہ تو بھیا ہو نہیں سکتا

سرشت مرد مومن کا بدلنا غیر ممکن ہے
چنبیلی کا یہ پودا بھٹ کٹھیا ہو نہیں سکتا

وطن کے پوجنے والو تعلق نوع انساں کا
تلاطم سے محبت کا تلیا ہو نہیں سکتا

جسے اسلام کی عزت پہ کٹ مرنا نہ آتا ہو
مسلمانوں کے بیڑے کا کھویا ہو نہیں سکتا

(ارمغان قادیان ص۹۹،۱۰۰)

یہ وہ دور تھا کہ ادھر ''زمیندار'' اور ظفر علی خان پر عتاب ہو رہا تھا۔ ادھر ڈیرہ دون سے حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو احرار کانفرنس قادیان میں گرفتار کر کے گورداسپور لے جایا گیا۔ جس پر مسلمانان لاہور کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں حکومت کے ان اقدامات کی مذمت کی گئی اور اعلان کیا گیا کہ مسلمان اس فتنہ کا آخری دم تک مقابلہ کریں گے۔

انہی دنوں طلبائے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے جن میں جناب شریف چشتی، انوار صدانی مرحوم، راقم (نسیم سوہدروی) سردار عبدالوکیل خاں اور چند دوسرے احباب شامل تھے۔ یہ فیصلہ کیا کہ مولانا کو علی گڑھ یونیورسٹی آنے کی دعوت دی جائے؟۔ کیونکہ ان دنوں مسلم یونیورسٹی طبیہ کالج پر قادیانیوں کا قبضہ تھا۔ ڈاکٹر یٹ پرنسپل کالج چن چن کر وہاں قادیانی جمع کر رہے تھے۔ ادھر الفضل میں یہ اعلان شائع ہوگیا کہ خلیفہ نور الدین قادیانی کے فرزند عبدالسلام عمر اسی طرح علی گڑھ کو فتح کریں گے۔ جس طرح طارق ہسپانیہ نے قبضہ کیا تھا۔ راقم، یونین کے سیکرٹری عمران احمد انصاری کا خط لے کر لاہور پہنچا۔ جس میں مولانا کو علی گڑھ آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ مولانا ان دنوں آئے دن ''زمیندار'' سے طلب کردہ اور ضبط شدہ ضمانتوں اور پریس کی ضبطی سے کچھ پریشان تھے۔ مگر اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی اس درس گاہ کو قادیانی اثرات سے محفوظ کرنا ضروری ہے۔ فوراً تیار ہو گئے اور دو دن بعد ۲۶ رنومبر کو علی گڑھ پہنچ گئے۔ مولانا کے دورۂ علی گڑھ کی روداد ''زمیندار'' کے خصوصی نمائندے کے قلم سے درج ذیل ہے۔

''طلبائے مسلم یونیورسٹی کی دیرینہ آرزو تھی کہ علی گڑھ یونیورسٹی کا وہ مایہ ناز فرزند جس کے دم قدم سے ہندوستان میں اسلام اور ملت بیضا کی روایات زندہ ہیں۔ ایک مرتبہ آئے اور مردہ دلوں کو پیام زندگی سنائے۔ مگر مولانا کی ادبی، سیاسی وصحافی سرگرمیاں اور آئے دن کی دیگر مصروفیات ومشکلات ومصائب کے پیش نظر ان کی تشریف آوری از قبیل محالات معلوم ہوتی تھی۔ پھر زمیندار پر جو تازہ افتاد پڑی اس نے مولانا کے آنے کو اور مشکل

بنا دیا تھا۔ اب معلوم ہوتا تھا کہ طلباء کی آرزو آرزو کی حد سے تجاوز کر کے حسرت کی شکل اختیار کرے گی۔ مگر رب کعبہ کے الطاف کریمانہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔''

تقدیر اگر کچھ تھی تو تدبیر تھی کچھ اور

خیر تو ےارنومبر کے ''زمیندار'' میں مولانا کی آمد کی خبر شائع ہوئی تو یہ خبر یونیورسٹی کے طول وعرض میں برق رو کی طرح پھیل گئی۔ مگر دوسرے ہی روز اطلاع ملی کہ پروگرام منسوخ ہوگیا ہے۔ چنانچہ ایک خاص قاصد (راقم) کے ذریعے مولانا کو علی گڑھ آنے کی دعوت دی گئی۔ جسے انہوں نے قبول کرلیا اور چھبیس نومبر کو تشریف آوری کا پروگرام بن گیا۔ مولانا کی آمد پر یونیورسٹی کا عجیب سماں تھا۔ طلباء جوق در جوق ہار لئے اسٹیشن پر پہنچ رہے تھے۔ ٹرین کے آنے سے ایک گھنٹہ پہلے ہی پلیٹ فارم طلباء سے اٹ گیا تھا۔ شہر کے سربرآوردہ زعماء حافظ عثمان اور دیگر سبھی لوگ موجود تھے۔ جونہی ٹرین اسٹیشن کی حدود میں داخل ہوئی۔ فضا اللہ اکبر ظفر علی خان زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی۔ ان کا عدیم النظیر استقبال کیا گیا۔ طلباء موٹر کو سجا کر لائے تھے۔ جس کے سامنے یہ شعر آویزاں تھا۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

طلباء نے موٹر کا انجن بند کر کے اپنے ہاتھ سے موٹر کو کھینچا اور تمام طلباء بلند آواز سے یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

عالم اسلام کے نور نظر بدل نہ ہو
آج سارا عالم اسلام تیرے ساتھ ہے

مولانا کا رات یونیورسٹی یونین ہال میں استقبال کیا گیا۔ جناب شریف چشتی نے استقبالیہ نظم پڑھی اور مولانا پر پھول برسائے گئے۔ بعد میں مولانا نے اپنی تقریر میں مسائل حاضرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے قادیانی فتنہ کا کھل کر ذکر کیا اور طبیہ کالج میں قادیانیوں کے غلبہ پر یونیورسٹی کو لتاڑا۔ ایک پروفیسر نے کچھ کہنا چاہا کہ کسی کے مذہب کے خلاف کچھ نہ کہا جائے۔ مگر ان کی آواز طلباء کے شور میں گم ہوگئی انہیں بیٹھنا پڑا۔ اگلے دن مین سی ہال میں بھی تقریر کی۔ طلباء کے اصرار پر آفتاب ہال میں مولانا کی تقریر کا اعلان ہو چکا تھا کہ انگریز پرووائس چانسلر اور پروفیسر حبیب نے اجازت دینے سے انکار کردیا۔ مگر طلباء کے عزم وجوش کے سامنے ان کی ایک نہ سنی گئی۔ طلباء نے فیصلہ کرلیا کہ ہر قیمت پر تقریر ہوگی۔ چنانچہ مولانا تشریف لائے اور تقریر ہوئی۔ عبدالسلام عمر قادیانی نے مداخلت کرنا چاہی، طلبہ میں اشتعال پیدا ہوگیا۔ مگر مولانا نے کمال تدبر سے اسے آغوش میں لے کر طلبہ سے بچالیا۔

تحریک ترک موالات میں مولانا محمد علی جوہر کی تقریر کے بعد یہ دوسری تقریر تھی۔ جو انتظامیہ کی ممانعت کے باوجود طلباء نے کروائی۔ اگلے دن جامع مسجد علی گڑھ میں مولانا نے خطاب کیا۔ جس میں کھل کر اس فتنہ کے خلاف اظہار خیال کیا اور مسلمانوں سے مطالبہ کیا کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں قادیانیوں کے تسلط کو یکسر ختم کیا جائے۔ چنانچہ مولانا کے اس دورے کا یہ اثر ہوا کہ یونیورسٹی کے ارباب کار اور طلبہ اس فتنہ سے آگاہ ہوگئے۔ آئندہ قادیانیوں کی بھرتی بند ہوگئی اور قادیانیت ایک گالی بن گئی۔ قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ شدت

اختیار کر گیا۔ اس سلسلہ میں علمائے کرام مفتی کفایت اللہؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، مولانا احمد علیؒ، مولانا احمد سعیدؒ صاحب (جواب سب مرحوم ہو چکے ہیں) کی طرف سے قادیانیوں کے کفر کا فتویٰ جاری ہوا۔ ادھر مولانا ظفر علی خانؒ، علامہ اقبالؒ، مرتضیٰ احمد خاںؒ میکش اور دیگر بزرگوں کی طرف سے یونیورسٹی سے قادیانیوں کی علیحدگی کی اپیل شائع ہوئی۔ اس دورہ کے بعد مولانا ہر سال علی گڑھ جاتے بلکہ یونیورسٹی کورٹ کے ممبر بھی منتخب ہو گئے۔ ایک دفعہ ظفر اللہ خاں ممبر وائسرائے کونسل کانووکیشن کے جلسہ میں آرہے تھے کہ طلبہ نے ان کا پروگرام منسوخ کرا دیا۔ غرض تقسیم ملک تک علی گڑھ میں گو یونیورسٹی نے انہیں اقلیت قرار نہیں دیا۔ تاہم ان اداروں میں قادیانی اثر ورسوخ بالکل ختم ہو گیا۔ (طلبہ نے اس سلسلہ میں جو کارنامے انجام دیئے فرزند علی گڑھ میں ان کا ذکر تفصیل سے درج ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اب حالات یہ صورت اختیار کر چکے تھے کہ پوری ملت بیدار ہو چکی تھی) چنانچہ علامہ اقبال نے قادیانیوں کو نہ صرف انجمن حمایت اسلام سے علیحدہ کرایا۔ بلکہ اس کے خلاف کھل کر سامنے آ گئے۔ جسٹس سر ظفر علی مرحوم جیسے لوگوں نے مرزائیوں کی مخالفت میں بیان دیئے۔ انہی دنوں راقم الحروف (نسیم) کرم آباد حاضر ہوا۔ مولانا نے میری ڈائری پر حسب ذیل شعر لکھ دیئے۔

بنائے وحدت اسلام ہے اگر منظور
تو قادیاں کی نبوت کی روک تھام کرو
محمدؐ عربی رحمت دو عالم ہیں
تم امت ان کی ہو اس مرحمت کو عام کرو

(ارمغان قادیان ص۲۷ طبع دوم)

اس اثناء میں ''زمیندار'' کا قادیانی نمبر شائع ہوا۔ جس میں علامہ اقبال نے اس فرقہ ضالہ کے دلائل کی قلعی کھول دی۔ جب علامہ اقبال مرحوم نے مضبوط دلائل سے مرزائیت کی حقیقت بیان فرمائی تو اس پر مولانا نے ایک زوردار مقالہ سپرد قلم فرمایا۔ جس کا ایک حصہ درج ذیل ہے۔

''میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے۔ قادیانیت کا خطرہ میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا۔ میری ساری عمر اس ہولناک فتنہ کا مقابلہ کرنے میں گذری ہے۔ مسلمانوں نے اوّل اوّل قادیانی فتنہ کو اہمیت نہ دی۔ علمائے امت نے اتنا ضرور کیا کہ جس طرح غلام احمد قادیانی نے ان تمام مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے بھی اس پر اور اس کی امت قلیل الانفار پر کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ ان کے مایہ ناز مسئلہ حیات مسیح پر اس کے ساتھ یا اس کے اتباع والوں کے ساتھ ہنگامہ خیز مناظرے کرتے رہے۔ لیکن زہر کا یہ تریاق کچھ زیادہ سودمند ثابت نہیں ہوا۔ مرزائیوں کا یہ پروپیگنڈا اس مذہبی رواداری کے سائے میں جس کا حکومت وقت کو ادعا ہے پروان چڑھتا رہا۔ آخر میرے شور وغل اور میرے رفقاء کی ہاؤ ہو نے عام مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں۔ جب حکومت وقت نے مرزائیت کی پیٹھ پر علی الاعلان تھپکیاں دینا شروع کیں تو ان کو صاف نظر آنے لگا کہ جس فتنہ سے انہیں پالا پڑا ہے وہ کتنا ہولناک ہے۔ میں پہلے دن سے پکار رہا ہوں کہ فرقۂ ضالہ مرزائیہ جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کی

جڑیں کاٹنے میں مصروف ہے۔ ہرگز یہ حق نہیں رکھتا کہ اس کا شمار مسلمانوں میں ہو۔ بلکہ سکھوں، پارسیوں، عیسائیوں یا دوسری اقلیتوں کی طرح اس فرقہ ضالہ کا شمار بھی سرکاری کاغذوں میں جداگانہ اقلیت کے طور پر ہونا چاہئے۔ جب حکومت کی امپریل مصلحتوں نے چوہدری ظفر اللہ خاں جس کے عقیدہ میں تمام مسلمان مرزاغلام احمد قادیانی کو نہ ماننے کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ وائسرائے کی کونسل میں مسلمانوں کی نمائندگی کے لئے مقرر کرنے کا فیصلہ کیا تو ''زمیندار'' نے مسلمانوں کو آگاہ کیا کہ یہ فتنہ اب قیامت بننے والا ہے۔ چنانچہ طول وعرض ملک میں اس پر احتجاج ہوا۔ مگر حکومت کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور چوہدری ظفر اللہ خاں کا تقرر عمل میں آ گیا۔ اسی وقت سے مسلمان برابر پکار رہے ہیں کہ قادیانیوں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ انہیں جداگانہ اقلیت قرار دیا جائے۔ حکومت ایک غیر مسلم کی حیثیت سے انہیں مراعات دے۔ لیکن انہیں اسلام کا نمائندہ نہ گردانا جائے۔ اس لئے کہ مسلمانوں سے ان کا کسی قسم کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

مسلمانوں کا یہ سارا شور حکومت کے بہرے کانوں پر پڑا۔ جس نے مسلمانوں کو بے چین کر رکھا ہے۔ اگر اس نے لب کشائی کی ضرورت محسوس کی تو مسلمانوں کو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ سارا شور متعصب اور غیر ذمہ دار لوگوں کا بپا کیا ہوا ہے۔ مسلمانوں کا ذمہ دار فہیم طبقہ مرزائیوں کو مسلمان سمجھتا ہے۔

آخر وہ وقت بھی آیا کہ جو لوگ ذمہ دار اور فہیم وغیر متعصب تھے۔ انہوں نے بھی عامۃ المسلمین کے جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے لگی لپٹی رکھے بغیر حکومت کو بتادیا کہ قادیانیت ایک جداگانہ مذہب ہے۔ جسے اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔ اگر حکومت نے قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں کوتاہی کی تو مسلمانوں کا یہ شبہ یقین کے درجہ تک پہنچ جائے گا کہ حکومت مسلمانوں کی وحدت ملی کو پارہ پارہ دیکھنے کی متمنی ہے۔ خدا بھلا کرے علامہ اقبال کا جن کے حکیمانہ بیان نے ان ساری حقیقتوں کو بکمال شرح وبسط الم نشرح کر کے مسلمانان ہند کی ایسی خدمت سرانجام دی ہے۔ جس کا صلہ اسے سرورکائنات کی ختم المرسلینی کی بارگاہ سے مل سکتا ہے۔''

آخر میں مولانا نے لکھا۔ جس پر ان کی بصیرت کی داد دینی پڑتی ہے۔ فرمایا ختم نبوت کے اس عقیدہ کو جھٹلانے کی جرأت اس ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں اگرچہ متعدد پرستاران طاغوت کو ہوئی ہے۔ لیکن اس جرأت کا سب سے بے باکانہ مظاہرہ مرزاغلام احمد قادیانی اور اس کی قلیل الانفار ذریت کی طرف سے ہوا۔ میرا پختہ یقین ہے کہ اس تکذیب کی پاداش میں طائفہ قادیان جس کے نیم جان جسم میں حکومت وقت کے سیاسی معالج نے تھوڑی بہت حرکت پیدا کر رکھی ہے۔ اپنے وقت پر گردش روزگار میں دب کر فنا ہو جائے گا۔ جس طرح اس سے پہلے مدعیان نبوت اور ان کی امتیں نابود ہو گئیں۔ (زمیندار ۹ رمئی ۱۹۳۵ء)

''زمیندار'' اور مولانا اس کے بعد متواتر اس طائفہ کے خلاف لکھتے رہے۔ ۳۶، ۱۹۳۷ء میں ''زمیندار'' کے قادیانی نمبر شائع ہوئے۔ اگست ۱۹۳۷ء میں ایک قادیانی نمبر پھر مولانا نے شائع کیا۔ جس میں ''قادیان کی پاپ بھری ناؤ'' کے عنوان سے تحریر فرمایا۔

''مرزاغلام احمد قادیانی آنجہانی جس کی ناقابل رشک شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے۔ اس آزادی

ہے کہ بقول اکبر۔

گورنمنٹ کی خیر یارو مناؤ
گلے میں جو اتریں وہ تانیں آڑاؤ
کہاں ایسی آزادیاں ہیں میسر
انا الحق کہو اور پھانسی نہ پاؤ

جو فائدہ اٹھایا وہ کسی اور شخص کے حصہ میں کم آیا ہوگا۔ وقت کے اس سب سے بڑے ملحد نے اسلام کے نام پر اسلام کی مقدس ترین روایات کو جس دیدہ دلیری سے رسوا کیا ہے اسے دیکھ دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ اس کی انمل بے جوڑ خرافات کی بناء پر کسی نے اسے دجال کہا۔ کسی نے مراقی سمجھا۔ لیکن اس کی بکار خویش ہشیار دیوانگی اس رنگا رنگ پھبتیوں پر حقارت کی ہنسی ہنستی رہی۔ اسلام کے سیزدہ صد سالہ فیصلہ کو بیک جنبش قلم منسوخ کر کے اس نے اعلان کیا کہ میں آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے والا خدا ہوں۔ اگرچہ میں ایک ہی وقت میں اس کا بیٹا بھی ہوں اور باپ بھی۔ اس نے ڈنکے کی چوٹ پکار کر کہا کہ دنیا میں جتنے رسول اور نبی آئے ہیں۔ میں ان سب میں افضل ہوں۔ اس کے شوخ چشمانہ تجبر کو اس ''عارفانہ'' تعلی میں بھی تامل نہ ہوا کہ شریعت کے جن اسرار تک محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسائی نہ تھی۔ وہ مجھ پر کھول دیئے گئے ہیں۔ اس نے کلام اللہ میں تحریف کی اور بعض کھلے ہوئے احکام کو اپنے خانہ ساز ''کن فیکونی'' اختیارات سے منسوخ کر دیا۔ اس نے انبیاء کو گالیاں دیں۔ اس نے اولیاء واتقیاء کی پگڑیاں اچھالیں۔ اس نے علماء امت پر فحش مغلظات کا جھاڑ باندھا۔ اس نے نصاریٰ کو اولی الامر قرار دے کر حکومت کی ایسی گھناؤنی خوشامد کی کہ بڑے سے بڑے ٹوڈیوں کی پیشانیاں مارے شرم کے پسینے سے شرابور ہوگئیں۔ اس نے یہ کہہ کر کہ مدینہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک ہو چکا ہے۔ قادیاں کو اپنی امت کا کعبہ بنا دیا ہے۔ اس نے میکائیل کی بجائے ٹیچی ٹیچی کو اپنا فرشتہ بنالیا اور عقل کے اندھوں اور گانٹھ کے پوروں سے چندے لے لے کر سیم وزر کے انبار فراہم کر لئے۔ فن محاکات (؟) میں اس حد تک کمال بہم پہنچایا کہ حجاز کے جنتہ المعلیٰ کی جگہ بہشتی مقبرہ نے لے لی۔ خود تو صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) تھا ہی اس کے گھر کی ہر لگائی بھی ''ام المؤمنین'' بن گئی اور اس کا ہر حاشیہ بردار ''صحابہ کرام'' کا ہم مرتبہ ہو کر ''رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کے دعائیہ کلمے کا مستحق ہوگیا۔ قصہ مختصر یہ کہ انگریزوں کی بخشی ہوئی آزادی کے صدقہ میں اس نے جو کچھ کہا اور جو کچھ کیا۔ اس کی نظیر اسلام کی سیزدہ صد سالہ تاریخ میں نہیں ملے گی۔ اس مقالہ کے آخر میں مولانا نے لکھا۔

''قادیان کی کشتی اس وقت دریائے مکافات کے بھنور میں گھر گئی ہے اور ارباب بصیرت کو ایسا نظر آرہا ہے کہ یہ پاپ بھری ناؤ کوئی دم میں ہی غرق ہو جائے گی اور دنیائے قادیانیت کا نام ونشان حرف غلط کی طرح مٹ جائے گا۔''

غرض مولانا مرحوم جہاں بھی رہے مرزائیت کے خلاف مصروف جہاد رہے اور نہ صرف کہ مسلمانوں کو اس فرقۂ ضالہ کے ناپاک عزائم سے متنبہ فرماتے رہے۔ بلکہ اسے غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ بھی ہمیشہ کرتے

رہے۔ مگر انگریزی اتحادی قوتوں نے ہمیشہ اس فرقہ کی پشت پناہی کی۔ تا آنکہ قیام پاکستان کے بعد جب مولانا کے قویٰ شل ہو چکے تھے اور قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کا مسئلہ ۱۹۵۳ء میں پوری شدت سے کھڑا ہوا۔ ''زمیندار'' اس جہاد میں شامل تھا۔ چنانچہ ''زمیندار'' کا ڈیکلریشن منسوخ اور پریس ضبط کر لیا گیا۔ بعد میں ''آثار'' کے نام سے روزنامہ شائع ہوا یعنی حکومت نے زمیندار کی اشاعت پر بھی پابندی لگائی۔ اختر علی خان مرحوم نے افسوس جیل میں اس استقامت کا ثبوت نہ دیا۔ جو ان کے والد کا حصہ تھا اور چودہ سال قید با مشقت سے گھبرا گئے۔ مولانا اس دور میں ضعف و نقاہت اور جسمانی کمزوری کے باوجود دہلی دروازہ کے باہر ایک جلسہ میں تشریف لائے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ ان کو دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے اور گلے سے لگا کر گالوں کو تھپتھپا کر فرمایا کہ ظفر علی خاں! تیرے ستارہ صبح نے میرے جگر میں آگ لگا دی تھی۔''

یہ ہے وہ مختصر داستان جو اس مرد مجاہد نے مرزائیت کے استیصال کے لئے کی اور الحمدللہ کہ آج پایۂ تکمیل کو پہنچ کر رہی۔ مستقبل کا مورخ اسے کبھی فراموش نہیں کر سکتا کہ سماجی اور معاشرتی طور پر قادیانیت کی جڑیں کھوکھلی کرنے اس طائفہ ناپاک کے سیاسی عزائم کو بے نقاب کرنے میں حضرت مولانا ظفر علی خاںؒ کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔ان اللہ بالغ امرہ قد جعل اللہ لکل شئی قدراً!

چناب نگر کے تعلیمی اداروں کا تحفظ کیا جائے

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سیکرٹری اطلاعات جناب مولوی فقیر محمد نے وزیر اعظم، وزیر اعلیٰ (پنجاب)، صوبائی وزیر تعلیم سے مطالبہ کیا ہے کہ چناب نگر میں گورنمنٹ کے تعلیمی اداروں، گورنمنٹ تعلیم الاسلام کالج، نصرت گرلز کالج، گورنمنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول، گورنمنٹ نصرت گرلز ہائی سکول، گورنمنٹ نصرت بوائز ہائی سکول، گورنمنٹ فضل عمر گرلز ہائی سکول چناب نگر کا مکمل تحفظ کیا جائے اور مسلمان طلبہ و طالبات اور اساتذہ کو بہتر سے بہتر تعلیمی سہولیات فراہم کی جائیں۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی جماعت نے 28 ر اکتوبر 1996ء کو تین سرکاری سکولوں ٹی آئی ہائی سکول بوائز، نصرت گرلز ہائی سکول، فضل عمر گرلز ہائی سکول کی نجکاری کے لئے ایک سال کی عملہ کی تنخواہ کے برابر صرف 83لاکھ روپے جمع کرائے تھے۔ جب کہ سکولوں کے اثاثے 50 کروڑ کے لگ بھگ ہیں۔ جس کے پیش نظر سکول کسی صورت میں قادیانی جماعت کو واپس نہ کئے جائیں۔ کیونکہ مسلمان طلبہ و طالبات کی تعلیم کا نقصان ہوگا۔

بعد ازاں مولوی فقیر محمد نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ناموس رسالت آرڈیننس اور امتناع قادیانیت آرڈیننس میں کسی قسم کی ترمیم نہ کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ حکومت کو چاہئے کہ وہ اسلامی دفعات کو نہ چھیڑے۔ اگر اسلامی دفعات کو چھیڑا گیا تو عوام تحفظ ناموس رسالت کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ لہٰذا حکومت کو چاہئے کہ وہ ہوش کے ناخن لے اور مسلمانان پاکستان کے جذبات کو مجروح نہ ہونے دے۔ آخر میں انہوں نے ایک بدبخت شخص عاصم افتخار کی طرف سے چک 34 ج ب شمالی میں گاؤں کی مسجد میں لاؤڈ سپیکر پر اپنے جھوٹے نبی ہونے کا اعلان کرنے پر دفعہ 295 سی کے تحت پرچہ درج کرنے کا مطالبہ کیا۔

تحریف قرآن کی ایک نئی سازش!

تحریر: مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

قرآن مجید سے غلط استدلال اور تاویلات، نفس پرست اور باطل پسند لوگوں اور فرقوں کا شیوہ رہا ہے۔ قرآن مجید کے صحیح مطالب میں خودساختہ معانی کی آمیزش کا سلسلہ قرون اولیٰ ہی سے شروع ہوگیا تھا۔ مشہور ہے کہ کوئی شخص نماز نہیں پڑھتا تھا۔ کسی نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے کہا قرآن مجید میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے اور اس نے استدلال میں یہ آیت پڑھی۔ ''یا ایھا الذین آمنوا لا تقربو الصلوۃ'' ﴿اے ایمان والو! تم نماز کے قریب نہ جاؤ۔﴾ پوچھنے والے نے کہا آگے بھی پڑھو تو اس نے کہا پہلے اس پر عمل کرلو پھر آگے پڑھوں گا۔ سو قادیانیوں کا بھی یہی طرز عمل ہے۔ آیات کا خودساختہ ترجمہ کرتے وقت وہ لغت، سیاق وسباق، شان نزول اور احادیث، اقوال صحابہؓ وتابعینؒ سب کو نظرانداز کر جاتے ہیں۔ ضعیف حدیث کو معتبر حدیث بنا کر پیش کرنا، ضعیف اور مرجوح قول کو راجح قرار دینا اور شان نزول کا اعتبار نہ کرنا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ نہ صرف جھوٹے مدعی نبوت آنجہانی مرزا قادیانی نے قرآن مجید کے معانی ومطالب کو بازیچہ اطفال بنایا۔ بلکہ اس کے بیٹے اور قادیانی جماعت کے دوسرے خلیفہ مرزا بشیرالدین محمود نے بھی اپنی تفسیر کبیر میں تحریفات کی انتہا کردی۔ یعنی ''پدر آنچہ نہ کرد، پسر تمام کرد'' پر عمل کیا۔ حال ہی میں منظوم اردو کے نام سے شائع ہونے والے مفہوم القرآن میں پسرور ضلع سیالکوٹ کے قاضی عطاء نے قرآن مجید کی کئی ایک آیات میں تحریف کر کے قادیانی عقائد وعزائم کی بھرپور ترجمانی کی ہے۔ حال ہی میں قاضی عطاء کے اس منظوم ترجمہ قرآن کی تقریب رونمائی سیالکوٹ میں منعقد ہوئی۔ جس میں ربوہ اور لاہور سے کئی اہم قادیانیوں نے بھی شرکت کی۔ یاد رہے کہ قاضی عطاء کا والد قاضی ظہور اللہ پسرور میں قادیانی جماعت کا انتہائی متحرک اور متعصب مبلغ تھا۔ قاضی عطاء نے کئی آیات کے منظوم مفہوم اور ترجمہ میں قادیانی خلیفہ مرزا محمود کی پیروی کی ہے۔ یہ محرف ترجمہ ہزاروں کی تعداد میں نہ صرف مفت تقسیم ہوچکا ہے بلکہ اسے اندرون وبیرون ملک کی بڑی بڑی لائبریریوں میں بھی پہنچادیا ہے۔ قاضی عطاء کے اس محرف ترجمہ کی بعض تحریفات ہم اشاعت کے لئے دے رہے ہیں۔ تاکہ عوام وخاص ہوشیار ہو جائیں اور اس کی تحریفات سے متاثر ہوکر اپنا ایمان وعقیدہ خراب نہ کر بیٹھیں۔ قاضی عطاء اللہ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ اپنے ترجمہ پر بعض علماء کے بھی دستخط کرالئے۔ لیکن ترجمہ میں قادیانی نظریات کی ترجمانی چہ معنی دارد؟ اس منظوم ترجمہ کو انہوں نے اپنے سکہ بند قادیانی باپ کی طرف منسوب کیا ہے۔

تحریف نمبر:۱

''واذ قال اللّٰہ یعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الی (آل عمران:۵۵)''

صحیح ترجمہ: اس وقت خدا نے فرمایا کہ عیسیٰ! میں تجھے پورا لینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

قادیانی تحریف: (اس وقت کو یاد کرو) جب اللہ نے کہا کہ اے عیسیٰ میں تجھے (طبعی طور پر) وفات دوں گا اور تجھے اپنے حضور میں عزت بخشوں گا۔ (ص۸۷، تفسیر صغیر از قادیانی خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی)

قاضی عطاء کا ترجمہ: جب خداوند تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ کرنے والا ہوں بلند اپنی طرف دے کے وفات۔ (مفہوم القرآن ج۱ ص۲۵۰)

تنقید: قاضی عطاء نے توجہ دلانے پر وفات کے لفظ پر سفید سیاہی پھیر کر ہاتھ سے ثبات لکھنا شروع کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ لفظ ''ثبات'' کا اس آیت میں کیا معنی بنے گا ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔

تحریف نمبر:۲

''ومن یطع اللّٰہ والرسول فاولئك مع الذین انعم اللّٰہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (النساء:٦٩)''

صحیح ترجمہ: اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور نیک لوگ۔

قادیانی تحریف: اور جو (لوگ بھی) اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں میں شامل ہوں گے۔ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین۔ (ص۱۱۹،۱۲۰، تفسیر صغیر)

قاضی عطاء کا ترجمہ: جو کوئی مانتا ہے حکم خدا، حکم رسول تو وہ ان نیک ترین بندوں میں شامل ہوگا انبیاء اور کہ صدیق وشہید وصالح۔ (مفہوم القرآن ج۱ ص۳۷۹)

تنقید: یہ منظوم ترجمہ غلط ہے۔ اس سے اجرائے نبوت کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔

تحریف نمبر:۳

''وانزلنا علیہم المن والسلوی (الاعراف:١٦٠)''

صحیح ترجمہ: اور ہم ان پر من وسلویٰ اتارتے رہے۔

قادیانی تحریف: اور ہم نے ان کے لئے ترنجبین اور بٹیر پیدا کئے۔ (ص۲۱۲، تفسیر صغیر)

قاضی عطاء کا ترجمہ: اک ایک انعام یہ کہ ان کو ترنجبیں اور بٹیریں پہنچائیں۔

اشعار میں: من اور سلویٰ کی نعمت بھی عنایت کردی۔ (مفہوم القرآن ج۱ ص۷۱۴)

تنقید: درج بالا آیت کے اندر مرزائی لفظ ''انزلنا'' کے معنی اتارنا سے بدل کر پیدا کرنا کرتے ہیں۔ جو کہ تحریف ہیں۔ قاضی عطاء نے بھی ''انزلنا'' کے معنی اتارنا نہیں کئے بلکہ ''پہنچانا'' اور ''عنایت کرنا'' کے کر کے قادیانیت کی تائید کی ہے۔

تحریف نمبر:۴

''واذ قلنا للملئکۃ اسجدوا لادم فسجدوا الا ابلیس (البقرہ:٣٤)''

صحیح ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے آگے سجدہ کرو تو وہ سب سجدے میں گر پڑے لیکن شیطان نے انکار کیا۔

قادیانی تحریف: (اور اس وقت کو بھی یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم علیہ السلام کی فرمانبرداری کرو۔ اس پر انہوں نے فرمانبرداری کی مگر ابلیس (نے نہ کی)۔ (ص۱۲، تفسیر صغیر)

قاضی عطاء کا ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کی فرمانبرداری کرو تو انہوں نے فرمانبرداری کی مگر ابلیس نے نہ کی۔ (مفہوم القرآن ج۱ص۲۷)

تنقید: درج بالا آیت کے ترجمہ کے اندر مرزائی مؤقف یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا گیا۔ بلکہ فرشتوں کو ان کی فرمانبرداری کے لئے کہا گیا۔ قاضی نے اپنے مفہوم القرآن کے اندر ترجمہ میں یہی مؤقف بیان کیا ہے۔

تحریف نمبر:۵

’’یومئذ یتبعون الداعی لا عوج له...... (طٰه:۱۰۸)‘‘

صحیح ترجمہ: اس روز لوگ ایک پکارنے والے کے پیچھے چلیں گے اور اس کی پیروی سے انحراف نہ کر سکیں گے۔

قادیانی تحریف: اس دن لوگ پکارنے والے کے پیچھے چل پڑیں گے۔ جس کی تعلیم میں کوئی کجی نہ ہوگی۔ (ص۴۰۵، تفسیر صغیر)

قاضی عطاء کا ترجمہ: اس دن دوڑیں گے پیچھے پکارنے والے کے ٹیڑھی نہیں جس کی بات۔

اشعار میں:

اور اس روز چلے آئیں گے دوڑے دوڑے
ایک داعی کی ندا پر نہیں ہے جس میں کجی

(مفہوم القرآن ج۲ص۴۷۴)

تنقید: درج بالا آیت کے ترجمہ میں قاضی عطاء نے ’’ٹیڑھی نہیں جس کی بات‘‘ پکارنے والے پر چسپاں کی ہے۔ جبکہ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ جن کو پکارا جا رہا ہے وہ پیروی سے انحراف نہ کر سکیں گے۔ یہ واضح طور پر ترجمہ قرآن کی تحریف ہے۔

تحریف نمبر:۶

’’واذ قتلتم نفسا فادرء تم فیها ۰ والله مخرج ما کنتم تکتمون (البقرہ:۷۲)‘‘

صحیح ترجمہ: اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا تو اس میں باہم جھگڑنے لگے۔ لیکن جو بات تم چھپا رہے تھے خدا اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔

قادیانی تحریف: (اور اس وقت کو بھی یاد کرو) جب تم نے ایک شخص کو قتل کرنے کا دعویٰ کیا کیا تم نے پھر اس کے بارے میں اختلاف کیا۔ حالانکہ جو کچھ تم چھپاتے تھے اللہ اسے ظاہر کرنے والا تھا۔ (ص۱۸، تفسیر صغیر)

قاضی عطاء کا ترجمہ: اور جب تم نے ایک شخص کو اپنی طرف سے قتل کر دیا پھر آپس میں اختلاف کیا اور اللہ ظاہر کرنے والا تھا جو تم چھپاتے تھے۔ (مفہوم القرآن ج۱ ص۴۹)

تنقید: درج بالا آیت کے ترجمہ میں قادیانی مؤقف یہ ہے کہ دعویٰ قتل ہوا تھا نہ کہ قتل۔ قاضی نے بھی اپنے ترجمہ کے اندر وقوعہ قتل کے ہونے میں ابہام پیدا کرتے ہوئے ''لوگوں کے اپنی طرف سے ایک شخص کو قتل کر دینے کے دعویٰ کا اظہار کر رہا ہے'' جو سراسر قادیانی مؤقف کی تائید ہے۔

تحریف نمبر:۷

''ورفعنا فوقکم الطور (البقرہ:۶۳)''

صحیح ترجمہ: اور ہم نے طور پہاڑ کو تمہارے اوپر معلق کر دیا۔

قادیانی تحریف: یعنی تم کو پہاڑ کے دامن میں کھڑا کیا تھا۔ (حاشیہ ص۱۶، تفسیر صغیر)

قاضی عطاء کی منظوم عبارت: اور جب طور کے دامن میں کھڑے تھے تم لوگ۔

تنقید: آیت کا منظوم ترجمہ قطعاً غلط ہے۔ لغت کے بھی خلاف ہے۔

تحریف نمبر:۸

''اولئك الذين لعنهم الله و من يلعن الله فلن تجد له نصيراً (النساء:۵۲)''

قاضی عطاء کی منظوم عبارت: (مفہوم القرآن ج۱ ص۳۷۰) میں ہے کہ:

تو نے دیکھا ہے دیا ہے جن کو ہے کچھ کتاب علم
مانتے وہ ہیں بتوں اور کہ شیطانوں کو
کہتے ہیں راستے سیدھے پہ ہمیں لوگ تو ہیں
چھوڑتے پیچھے ہیں دیندار مسلمانوں کو

تنقید: مذکورہ منظوم ترجمہ بالکل غلط اور غیر متعلقہ ہے۔

تحریف نمبر:۹

''انهم كانوا قوماً فاسقين (النمل:۱۲)''

قاضی عطاء کی منظوم عبارت: (مفہوم القرآن ج۲ ص۲۱۷) میں ہے کہ:

بالیقیں وہ تو گروہ ایک ہے بدکاروں کا
فاسقوں، منکروں کا اور کہ ہے کافروں کا

تنقید: بدکار، منکر، کافر آیت مذکورہ کے کن الفاظ کا ترجمہ۔

تحریف نمبر:۱۰

''واعد للکفرین عذابا الیما (الاحزاب:۸)''

قاضی عطاء کی منظوم عبارت: (مفہوم القرآن ج۲ص۸۸۹) میں ہے کہ:

یوں المناک عذاب ہم نے ہیں تیار کئے
واسطے منکروں کے، کافروں کے فاسقوں کے

تنقید: منکر اور فاسق آیت کے معنی میں داخل کرنا درست نہیں ہے۔

تحریف نمبر:۱۱

سورۃ الرحمٰن میں فبای الاء ربکما تکذبن متعدد جگہ آیا ہے۔قاضی عطاء نے ہر مرتبہ اس آیت کی منظوم عبارت لکھتے ہوئے ایسے الفاظ داخل کر دیئے ہیں جو کہ عربی متن میں نہیں ہیں۔ملاحظہ فرمائیں

مثال نمبر:۱ کون کون سے جھٹلاؤ گے انعام خدا
کذب کی زنداں میں کیوں پھرتے ہو زنجیر بپا (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۱)

مثال نمبر:۲ کیا کیا انعام خداوندی کو جھٹلاؤ گے
دامن کذب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۲)

مثال نمبر:۳ کون کون سے جھٹلاؤ گے انعام خدا
کذب کے جال میں کیوں جکڑے ہو سوچو تو ذرا (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۲)

مثال نمبر:۴ کیا کیا انعام خداوندی کو جھٹلاؤ گے
دامن کذب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۳)

مثال نمبر:۵ کیا کیا انعام خداوندی کو جھٹلاؤ گے
کہاں تک دامن تکذیب کو پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۳)

مثال نمبر:۶ کب تلک جھوٹ کی پھیلاؤ گے دنیا میں وباء (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۴)

مثال نمبر:۷ جھوٹ کے جال کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۳)

مثال نمبر:۸ کذب کی زنداں میں کیوں قید ہو زنجیر بپا (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۵)

مثال نمبر:۹ دام تکذیب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۵)

مثال نمبر:۱۰ کذب کے جال میں کیوں جکڑے ہو زنجیر بپا (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۶)

مثال نمبر:۱۱ دام تکذیب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص۳۹۷)

مثال نمبر:۱۲ کذب کی زنداں میں کیوں قید ہو زنجیر بپا (مفہوم القرآن ج۳ص ۳۹۷)

مثال نمبر:۱۳ دام تکذیب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص ۳۹۸)

مثال نمبر:۱۴ تان کر بیٹھے ہو تم جھوٹ کی کیوں کیوں سر یہ ردا (مفہوم القرآن ج۳ص ۳۹۹)

مثال نمبر:۱۵ دام تکذیب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص ۳۹۹)

مثال نمبر:۱۶ کب تلک جھوٹ کی پھیلاؤ گے دنیا میں بھلا (مفہوم القرآن ج۳ص ۴۰۰)

مثال نمبر:۱۷ دام تکذیب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص ۴۰۰)

مثال نمبر:۱۸ کیا کیا انعام خداوندی کو جھٹلاؤ گے (مفہوم القرآن ج۳ص ۴۰۱)

دامن کذب کو کس کس جگہ پھیلاؤ گے

ان تمام مثالوں میں فبای الاء ربکما تکذبن کا ترجمہ لکھنے کے بعد مذکورہ مصرع جات لکھے گئے ہیں۔ کیا قرآن مجید میں یہ اضافہ نہیں ہے۔

تحریف نمبر:۱۲

’’وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللّٰہ وللّٰہ میراث السموات والارض لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل (الحدید:۱۰)‘‘

قاضی عطاء کی منظوم عبارت:

کیا ہوا خرچ نہیں کرتے رہ اللہ میں
جو بھی کچھ ارض وسماوات میں ہے حالانکہ
وہ خداوند تعالیٰ کا ہے اور اس کے لئے
فتح مکہ سے کیا خرچ ہے پہلے جس نے

(مفہوم القرآن ج۳ص ۴۱۸)

تنقید: قاضی نے لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقتل کا ترجمہ کیا اور اس کے لئے فتح مکہ سے کیا خرچ ہے۔ پہلے جس نے ’’یہ ترجمہ بدایۃً‘‘ غلط ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں ہے۔

قرآن مجید کے ترجمہ میں ان واضح تحریفات کے نتیجہ میں مسلمان، کسی شخص کو اس بات کی کھلی چھٹی نہیں دے سکتے کہ وہ اقلیت کے نام پر اکثریت کی دل آزاری کرے۔ یہود وہنود کی سرپرستی اور سرمائے سے شائع ہونے والا یہ ترجمہ قرآن مسلمانوں میں شرانگیزی کا باعث بن رہا ہے۔ حکومت پاکستان بالخصوص حکومت پنجاب سے درخواست ہے کہ وہ مسلمانوں کے مذہبی جذبات کا احترام کرتے ہوئے اور امن وامان کی صورت حال کے پیش نظر قاضی عطاء قادیانی کے اس متنازعہ ترجمہ قرآن کی اشاعت اور فروخت پر پابندی عائد کر کے اس کی تمام کاپیاں فوری طور پر ضبط کرے اور اس کے ذمہ داران کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دی جائے۔ امید ہے کہ حکومت اس سلسلہ میں سنجیدگی سے کارروائی کرے گی۔

مسئلہ ختم نبوت کے عظیم الشان دلائل!

حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

مسئلہ ختم نبوت قرآن پاک کی ننانوے آیات سے ثابت ہے۔
مسئلہ ختم نبوت پر دوسودس احادیث روز روشن کی طرح دلالت کررہی ہیں۔
مسئلہ ختم نبوت تواتر سے ثابت ہے۔
مسئلہ ختم نبوت اجماع امت سے ثابت ہے۔
مسئلہ ختم نبوت پر سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت میں صحابہ کرامؓ کا سب سے پہلا اجماع منعقد ہوا۔
مسئلہ ختم نبوت پر بارہ سوصحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا جن میں سات سوصحابہ کرام حفاظ وقراء تھے۔
مسئلہ ختم نبوت کی وجہ سے امت کو اجماع امت کی سعادت نصیب ہوئی۔
مسئلہ ختم نبوت کی وجہ سے اللہ پاک نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ذمہ لی۔
مسئلہ ختم نبوت کی وجہ سے قرآن پاک کتابی شکل میں مدون کیا گیا۔
عقیدہ ختم نبوت کے منکر سے دعویٰ نبوت طلب کرنے پر کفر کا فتویٰ صادر کیا گیا۔
قرآن پاک کے لاکھوں حفاظ ختم نبوت کی مستقل دلیل ہیں۔
دنیا کی کروڑوں مساجد میں سے ایک ایک مسجد ختم نبوت کی مستقل دلیل ہے۔
دنیا بھر میں دعوت وتبلیغ کا فریضہ سرانجام دینے والے لاکھوں مبلغین میں ایک ایک مبلغ عقیدہ ختم نبوت کی مستقل دلیل ہے۔

چھارہی ہے گھٹا مدینے کی

چھا رہی ہے گھٹا مدینے کی — آ گئی رت پلانے پینے کی
نہیں حسرت زیادہ جینے کی — زندگی چاہیے قرینے کی
زندگی اس کی، موت اس کی ہے — خاک ہو جائے جو مدینے کی
رات دن شغل بادہ خواری ہے — رمضاں عید ہے مہینے کی
مئے افرنگ میں وہ بات کہاں — لا مرے واسطے مدینے کی
ساقیا چھوڑ ساغر و مینا — اب پلا دل کے آبگینے کی
ختم ہے سلسلہ نبوت کا — مہر ہے ہاشمی نگینے کی
ہفت اقلیم سے ہے بیش بہا — خاک چٹکی سی اک مدینے کی
ہفت قلزم کے موتیوں سے گراں — بوند اک اک ترےؐ پسینے کی

ننگ اولاد مصطفےٰؐ ہے نفیس
لاج رکھ لے خدا کمینے کی

جماعتی سرگرمیاں!

ادارہ!

ختم نبوت کانفرنس فیصل آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد قباء افغان آباد نمبرا گلی نمبر۶ فیصل آباد میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ ختم نبوت کانفرنس میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماء حضرت مولانا اللہ وسایا اور مجلس کے ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا غلام حسین جھنگوی، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن، حضرت مولانا غلام مصطفیٰ، حضرت مولانا ضیاء الدین آزاد، حضرت مولانا سید جاوید حسین شاہ صاحب، حضرت مولانا مفتی محمد طیب، حضرت مولانا محمد زکریا، صاحبزادہ مبشر محمود، حضرت مولانا طاہر الحسن شاہ گیلانی، حضرت مولانا شاہد ندیم، حضرت مولانا محمد طلحہ، حضرت مولانا محمد امین، حضرت مولانا خالد محمود مدنی، حافظ منیر احمد بخاری، حافظ محمد زکریا، حافظ ثاقب عزیز، قاری جواد حسن، حضرت مولانا محمد رضوان، حضرت مولانا عطاء الرحمان، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن، قاری عبدالحفیظ، قاری ربنواز اور حضرت مولانا قاضی عبدالخالق سمیت دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔ کانفرنس میں قرارداد کے ذریعے حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ الرشید ٹرسٹ اور الاختر ٹرسٹ سے پابندی اٹھائی جائے اور آئین پاکستان کی حساس اسلامی دفعات کو نہ چھیڑیں ورنہ ملکی حالات کنٹرول سے باہر ہو جائیں گے۔

ختم نبوت کانفرنس جوہر آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد بلاک نمبرا جوہر آباد ضلع خوشاب میں بڑی شان وشوکت سے کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا عبدالجبار، مولانا اظہار الحسن، مولانا مفتی زاہد، مولانا حکیم رشید احمد ربانی چناب نگر سے مولانا غلام مصطفیٰ خوشاب کے مبلغ مولانا عبدالستار کے علاوہ دیگر علماء کرام نے شرکت کی۔ آخر میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماء مناظر اسلام مولانا اللہ وسایا صاحب نے خطاب کرتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کیا کہ ضلع خوشاب میں قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا نوٹس لے اور انہوں نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اعلیٰ عہدوں سے قادیانیوں کو برطرف کیا جائے اور ہم کسی صورت میں توہین رسالت اور امتناع قادیانیت کے مسئلہ پر کوئی لچک برداشت نہیں کریں گے۔

ختم نبوت کانفرنس قصور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت قصور کے زیر اہتمام سالانہ ختم نبوت کانفرنس گذشتہ دنوں مسجد حسین بن علی میں بعد نماز مغرب منعقد ہوئی۔ جس میں مولانا عبدالغفور حقانی، مولانا قاری کامران احمد سندھ، علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو (سندھ)، مولانا سید ظہیر شاہ ہمدانی ختم نبوت کے مبلغ، مولانا عبدالرزاق مجاہد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی راہنماء شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا نے خطاب فرمایا۔ کانفرنس میں بین الاقوامی اور نامور قراء قاری محمد ابراہیم

کانسی، قاری حماد انور نفیسی، قاری محمد ارشد محمود، قاری سید الرسول نے عمدہ خوبصورت لہجے میں تلاوت کر کے لوگوں کے دلوں کو قرآن کے نور سے منور کیا۔ ثناء خوان رسول رانا محمد عثمان، مولانا محمد آصف نے حضورﷺ کی شان اقدس میں مدح سرائی کی۔ کانفرنس کی صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر قاری مشتاق احمد رحیمی نے کی۔ میزبانی کے فرائض جامعہ رحیمیہ ترتیل القرآن قصور کے طلباء اور اساتذہ قاری محمد طاہر، قاری سیف اللہ رحیمی، قاری شاہ محمد، قاری محمد اسحاق، قاری محمد رمضان، حافظ محمد عمر اور دیگر احباب نے سرانجام دیئے۔ جمعیت علماء اسلام کے کارکنوں نے اپنے قائدین کا بھرپور استقبال کیا۔ سٹیج سکرٹری کے فرائض میاں محمد معصوم انصاری نے سرانجام دیئے۔ کانفرنس میں شرکاء کی حاضری مثالی رہی۔ مدنی گروپ کے مرکزی راہنماء حاجی صفدر انصاری نے بھی شرکت کی۔

آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس چیچہ وطنی

ناموس رسالت ایکٹ اور امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحفظ کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ۲۹ رمارچ ۲۰۰۷ء کو مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر۱۲ چیچہ وطنی میں منعقدہ آل پارٹیز ختم نبوت کانفرنس کے مقررین نے کہا ہے کہ حکمرانوں کو چند ڈالروں کے عوض ناموس رسالت کا سودا نہیں کرنے دیں گے۔ سروں پر کفن باندھ کر اور جانوں پر کھیل کر حرمت رسول اللہﷺ کا دفاع کریں گے۔ قانون توہین رسالت اور قادیانیت کے متعلق آئینی ترامیم کو چھیڑنا خون اور آگ سے کھیلنا اور اقلیتوں کو غیر محفوظ کرنا ہے۔ توہین رسالت کی سزا، سزائے موت کو انتہاء پسندی کہنے والے یورپی ممالک اپنے ملکوں سے سزائے موت کے قوانین کو کیوں ختم نہیں کرتے۔ قادیانیوں کی ڈوبتی ناؤ کو سہارا دینے والے حکمران خود ڈوب جائیں گے۔ ناموس رسالت کا پھریرا قیامت تک لہراتا رہے گا۔ حکمران منکرین ختم نبوت اور گستاخان رسولﷺ کی پشت پناہی کا رویہ ترک کر کے اسیران ناموس رسالت کو رہا کریں۔ کانفرنس معروف روحانی شخصیت مولانا سید جاوید حسین شاہ کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں متحدہ مجلس عمل کے ڈاکٹر فرید احمد پراچہ ایم این اے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مولانا اللہ وسایا، مولانا محمد ارشاد، مولانا عبدالحکیم نعمانی، مرکزی جمعیت اہل حدیث کے سید ضیاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد اسماعیل عتیق، جمعیت علماء اسلام کے مولانا ضیاء الدین آزاد، جماعت اسلامی کے حاجی مشتاق احمد، قاری محمد زاہد، پیر جی مولانا عبدالحفیظ، مولانا محمد نذیر، قاری عبدالجبار، حاجی محمد ایوب اور قاری محمد اصغر عثمانی سمیت متعدد مقررین نے شرکت و خطاب کیا۔

کانفرنس میں مختلف قراردادوں کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ غیر ملکی اور قادیانی این جی اوز پر پابندی عائد کی جائے۔ انٹیلی جنس، سی بی آر، پی آئی اے، سوئی گیس محکموں کو قادیانیوں سے پاک کیا جائے۔ جہاد کے منکر ہونے کی وجہ سے قادیانیوں کو فوج سے نکالا جائے اور آئندہ کی بھرتی پر پابندی عائد کی جائے۔ قادیانی اوقافوں کو حکومتی تحویل میں لیا جائے۔ اسیران ناموس رسالت اور اسیران ناموس صحابہ کو فی الفور رہا کیا جائے۔ ملک کی مختلف جیلوں میں موجود گستاخان رسول کو تختہ دار پر لٹکایا جائے۔ قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دیا جائے۔ قادیانی جرائد ورسائل پر پابندی عائد کی جائے۔ چناب نگر کی زمین ہر شخص کو خریدنے کی اجازت دی جائے۔ کمپیوٹرائزڈ شناختی کارڈوں میں مذہب کے خانے کا اضافہ کیا جائے۔ الرشید اور الاختر ٹرسٹ سے فی الفور پابندی

اٹھائی جائے۔ مرتد کے لئے شرعی سزا کے نفاذ کا اعلان کیا جائے۔ سول اور فوج کے عہدوں سے قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ ناموس صحابہ واہل بیت کے لئے باقاعدہ قانون سازی کی جائے۔ قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کی جائے۔ غیرمسلم قادیانیوں کو اسلامی شعائر اور مسلمانوں کی مذہبی علامات ونشانات کے استعمال سے روکا جائے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے۔

ختم نبوت کانفرنس صادق آباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام ضلع رحیم یار خان کی چاروں تحصیلوں میں کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ صادق آباد تحصیل کی مرکزی دینی درسگاہ جامعہ مدرسہ ابوحنیفہ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس ترتیب دی گئی۔ کانفرنس کی کامیابی کے لئے قریہ قریہ بستی بستی جاکر دعوت دی گئی اور کانفرنس سے قبل جامع مسجد ابوحنیفہ میں علمائے کرام کا اجلاس طلب کیا گیا۔ ان کاوشوں اور اللہ تعالیٰ کی نصرت سے انتہائی کامیاب کانفرنس ہوئی۔ صادق آباد شہر میں بڑے عرصے کے بعد اتنی بڑی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کوٹ سبزل، سنجر پور، چوک چدھڑ، کوٹ سنجر، میرے شاہ، رحیم آباد، توحید آباد سے وفود کی صورت میں لوگ علمائے کرام کی معیت میں شریک ہوئے۔ مسجد کا ہال اور صحن وسعت کے باوجود تنگئی داماں کا سماں پیش کررہا تھا۔ کانفرنس کی صدارت مولانا مشتاق احمد دامت برکاتہم امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صادق آباد نے کی۔ کانفرنس کی ابتداء قاری احسان اللہ نقشبندی کی تلاوت سے ہوئی۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض ضلع رحیم یار خان کے مبلغ مفتی محمد راشد مدنی ادا کررہے تھے۔ بعد میں نعت پڑھی گئی۔ جس کے بعد شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے حیات عیسیٰ علیہ السلام اور تحفظ ناموس آرڈیننس کے متعلق سیرحاصل گفتگو فرمائی۔ اختتامی دعا حضرت مولانا عبدالصمد دامت برکاتہم نے کرائی۔ جوکہ تحصیل صادق آباد کے جمعیت علمائے اسلام کے امیر ہیں۔ جلسہ کے اختتام پر دور سے آئے ہوئے تمام لوگوں کی طعام سے ضیافت کی گئی۔

ختم نبوت کانفرنس لیاقت پور

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیراہتمام جامعہ قادریہ لیاقت پور میں شاندار ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کے لئے الہ آباد، حسین پور، چنی گوٹھ، خان بیلہ، طاہروالی، ترنڈہ محمد پناہ، ٹھل حمزہ اور مختلف چکوک اور بستوں میں دعوت دی گئی۔ جس کی وجہ سے بحمداللہ ان علاقوں سے کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ کانفرنس جمعہ والے دن صبح دس بجے شروع ہوئی اور شام تین بجے تک جاری رہی۔ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دامت برکاتہم (آف ٹھل حمزہ) کی صدارت میں سب سے پہلے قاری مولانا شبیر احمد مدرس جامعہ مخزن العلوم خانپور نے پرسوز آواز میں تلاوت کی۔ بعد میں ضلعی مبلغ مفتی محمد راشد مدنی نے بیان میں کہا کہ چودہ صدیاں گذر گئیں۔ تاریخ اس امر کی گواہ ہے کہ سب کچھ برداشت ہوسکتا ہے۔ لیکن مسلمان ناموس رسالت پر حرف برداشت نہیں کرسکتا۔ کانفرنس سے حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا جاندار بیان ہوا۔ انہوں نے عقیدہ ختم نبوت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ حضرت مولانا کلیم اللہ صاحب مہتمم جامعہ قادریہ نے جلسہ کا انتظام بہترین طریقہ سے سنبھالے رکھا۔ کانفرنس میں تمام علاقہ جات گردونواح سے علمائے کرام کثیر تعداد میں تشریف لائے۔

ختم نبوت کانفرنس رحیم یار خان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامعہ قادریہ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ مسجد ومدرسہ کا وسیع ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ ضلع بھر کی کانفرنس کی بنیادی ترین وجوہات میں سے دین پور شریف خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت میاں مسعود احمد مدظلہ کی خصوصی توجہات تھیں۔ جنہوں نے ہر لحہ جماعت ختم نبوت کی سرپرستی فرمائی اور اپنے متعلقین کو فرمایا کہ ان کانفرنسوں میں ضرور شریک ہوں اور ضلعی مبلغ مفتی محمد راشد مدنی سے رابطہ رکھیں اور ان کانفرنسوں کو اور دیگر امور کو کامیاب کروائیں۔ کامیابی کی دیگر وجوہات میں جمعیت علمائے اسلام کا بنیادی کردار ہے۔ جن کے ذمہ داران نے قریہ قریہ بستی بستی ختم نبوت کی آواز کو پہنچایا اور کانفرنسوں کی دعوت دی۔ کانفرنس سے قاری احسان اللہ فاروقی نقشبندی نے تلاوت قرآن کریم، پروفیسر عبدالقدوس محسن آف لاہور نے ہدیہ نعت پیش کی۔ اس کے بعد ناظم اعلیٰ مفکر ختم نبوت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم نے اکابرین کی قربانیوں کا ذکر فرماتے ہوئے مسلمانوں کے ایمان کو حرارت بخشی۔ مولانا نے فرمایا کہ تاریخ اسلام اس امر کی گواہ ہے کہ اہل اسلام ہر دور میں باطل کا مقابلہ کرتے رہے اور اسلام کا علم بلند رکھا۔ آج بھی اہل اسلام پر کڑا وقت آن پہنچا ہے۔ انشاءاللہ فتح اہل اسلام کی ہوگی۔ آپ نے فرمایا یہ وہ دور ہے جس میں اسلام کے لئے جدوجہد کرنے والوں کے لئے اجر بھی بہت بڑھا دیا گیا ہے۔ آپ کے بیان سے اکابر کی یاد تازہ ہوگئی۔ آپ کے بیان کے بعد مرکزی مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی نے دل سوز گفتگو فرمائی۔ کانفرنس کی صدارت امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت رحیم یار خان قاضی عزیز الرحمٰن سراجی نے فرمائی۔ جب کہ اختتامی کلمات اور دعا ولی کامل حضرت سید امین الدین پاشا صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔ آخر میں آپ کی رقت آمیز دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

ختم نبوت کانفرنس خانپور

ضلع رحیم یار خان کی تحصیل خانپور کی قدیم دینی درسگاہ حضرت درخواستیؒ کی یادگار جامعہ مخزن العلوم میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس کی صدارت بنفس نفیس حضرت میاں مسعود احمد دین پوری مدظلہ خانقاہ دین پور شریف والوں نے فرمائی۔ کانفرنس کے لئے حضرت درخواستیؒ کے صاحبزادگان حضرت مولانا فضل الرحمٰن درخواستی مدظلہ مہتمم جامعہ ہذا، حضرت مولانا مطیع الرحمٰن درخواستی مدظلہ نائب مہتمم جامع، حضرت مولانا خلیل الرحمٰن درخواستی ناظم تعلیمات جامعہ نے انتھک محنت فرمائی۔ بستی بستی جا کر کانفرنس میں شرکت کے لئے دعوت دی۔ مدرسہ اور مسجد کے صحن میں اکابر کی عبارات پر ختم نبوت کے متعلق بینرز لگائے گئے تھے۔ کانفرنس میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم نے تفصیلی خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اس دور میں دین اسلام کے تحفظ کے لئے جدوجہد کرنے والے عنداللہ اجر عظیم کے مستحق ہوں گے۔ آپ نے فرمایا کہ تحفظ ختم نبوت کا یہ کارواں انشاءاللہ جاری وساری رہے گا۔

بعد ازاں حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی صاحب کا پرمغز بیان ہوا۔ آخر میں ہمدرد ملت حضرت مولانا مطیع الرحمٰن درخواستی دامت برکاتہم کی دعا پر کانفرنس کا اختتام ہوا۔

حضرت مولانا اللہ وسایا کا تین روزہ ضلع خیر پور اور ضلع نوشہرو فیروز کا دورہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا ۲۴؍مارچ بروز ہفتہ رپڑی پہنچے۔ جہاں مولانا محمد فیاض مدنی اور مولانا محمد حسین ناصر نے ان کا استقبال کیا۔ تین چار گھنٹے ختم نبوت دفتر سکھر میں قیام کیا۔ ۲۵؍مارچ بروز اتوار رپڑی کا سفر کیا۔ حضرت مولانا کے ہمراہ مولانا محمد حسین ناصر مولانا محمد فیاض مدنی گمبٹ جماعت کے جنرل سیکرٹری عبدالسمیع شیخ خزانچی انجینئر جاوید شیخ تھے۔ بارہ بجے مدرسہ اسلامیہ رپڑی پہنچے۔ وہاں سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے ہزاروں کے اجتماع سے حضرت نے بعد نماز ظہر ولولہ انگیز خطاب کیا۔ حضرت کے علاوہ سینیٹر علامہ ڈاکٹر خالد محمود سومرو، حضرت مولانا عبدالحمید رند بلوچ، حضرت مولانا صبغت اللہ جوگی، حضرت مولانا عیسیٰ سموں بلوچستان کے صوبائی وزیر حضرت مولانا فیض محمد صاحب ضلع خیر پور جمعیت علماء اسلام کے امیر شیخ الحدیث حضرت مولانا میر محمد میرک نے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں رپڑی سے گمبٹ کا سفر کیا۔ مسجد خاتم النبیین و مدرسہ ختم نبوت جو کہ کسان کالونی گمبٹ میں زیر تعمیر ہے وہاں بعد عصر تشریف لے گئے۔ تعمیری کام کو دیکھ کر حضرت نے گمبٹ کے ساتھیوں کے لئے خصوصی دعا کی بعد نماز عشاء مکی مسجد گمبٹ میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔ حضرت کے علاوہ سکھر کے مبلغ مولانا محمد حسین ناصر صاحب اور سندھ کے نامور خطیب حضرت مولانا عبدالحمید لنڈ صاحب نے بھی خطاب کیا۔ رات کو قیام حضرت نے دفتر ختم نبوت گمبٹ میں کیا۔

۲۶؍مارچ بروز سوموار صبح ۹ بجے حضرت نے گمبٹ سے رانی پور کا سفر کیا۔ حضرت کے ہمراہ مولانا محمد فیاض مدنی، مولانا محمد حسین ناصر، ڈاکٹر عبدالرحمن بھائی عبدالسمیع تھے۔ مدرسہ دارالفیوض میں حضرت نے طلباء سے خطاب کیا۔ حضرت نے حکیم عبدالواحد بروہی صاحب کے حکم پر بعد ازاں رانی پور سے خیر پور میرس کا سفر کیا۔ بارہ بجے دن کو حضرت نے مدرسہ جامعہ حمادیہ میں طلباء اور علماء کرام سے خطاب کیا۔ جامعہ کے مہتمم شیخ الحدیث حضرت مولانا میر محمد میرک صاحب نے بھی خطاب کیا بعد ازاں خیر پور سے حضرت نے مولانا محمد فیاض مدنی اور گمبٹ جماعت کے امیر حکیم عبدالواحد کی معیت میں محراب پور کا سفر کیا۔ مدرسہ مدینۃ العلوم ہالانی روڈ محراب پور پہنچے۔ جہاں پہلے سے استقبال کے لئے جامعہ کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عبدالصمد صاحب مفتی ولی اللہ صاحب اور دیگر اساتذہ کرام اور طلباء کرام موجود تھے۔ جامع میں حضرت نے کچھ دیر آرام کیا۔ بعد ازاں نماز عصر کے بعد علماء کرام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ رات کو بعد نماز عشاء جامع مسجد نزد ریلوے اسٹیشن میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے حضرت نے خطاب فرمایا۔ حضرت کے علاوہ سندھ کے مشہور خطیب حضرت مولانا صبغت اللہ جوگی صاحب ہالانی کے سجادہ نشین حضرت مولانا میاں محمد نثار صاحب اور ضلع خیر پور کے مبلغ مولانا محمد فیاض مدنی نے بھی خطاب کیا۔ سٹیج سیکرٹری کے فرائض حضرت مولانا عبدالصمد صاحب نے سرانجام دیئے۔

۲۷؍مارچ بروز منگل صبح حضرت نے مدرسہ جامعہ مدینۃ العلوم محراب پور میں طلباء کرام کے عظیم الشان اجتماع سے خطاب کیا۔ حضرت کے علاوہ مولانا محمد فیاض مدنی نے بھی خطاب کیا۔ دوپہر ایک بجے حضرت نے محراب پور سے محراب پور مدرسہ کے مفتی حضرت مولانا یٰسین صاحب، حضرت مولانا عبدالصمد صاحب اور مولانا محمد فیاض

مدنی کی معیت میں کھرڑا کا سفر کیا۔ کھرڑا مدرسہ شمس العلوم میں سالانہ سیرۃ النبی ﷺ کانفرنس سے حضرت نے بعد نماز ظہر خطاب کیا۔ حضرت کے علاوہ سکھر کے مشہور عالم پروفیسر ابو محمد صاحب جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالحق لاشاری صاحب، حضرت مولانا محمد فیاض مدنی نے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں حضرت نے مولانا محمد فیاض مدنی اور حضرت مولانا عبدالصمد کی معیت میں کنڈیارو کا سفر کیا۔ عصر کی نماز مدرسہ انوار العلوم کی جامع مسجد میں ادا کی۔ بعد ازاں جامعہ کے مہتمم اور مشہور عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد ادریس کی معیت میں گوٹھ سیدو، دیرو، عثمانیہ لائبریری میں تشریف لے گئے۔ وہاں سے کچھ قادیانیوں کی نایاب کتابیں حضرت کو ملیں۔ وہ حضرت کو اس لائبریری کے انچارج محمد عثمان عباسی نے ختم نبوت لائبریری کے لئے دیں۔ مغرب کی نماز کے بعد سیدو دیرو سے کنڈیارو کا سفر کیا۔ مدرسہ انوار العلوم میں پہنچے بعد نماز عشاء، جامع مسجد میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس سے خطاب فرمایا۔ حضرت کے علاوہ پروفیسر ابو محمد صاحب سکھر والے جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد ادریس صاحب اور مولانا محمد فیاض مدنی نے خطاب کیا۔ رات کو بارہ بجے کنڈیارو سے محراب پور اسٹیشن کا سفر کیا۔ حضرت کی معیت میں مولانا محمد فیاض مدنی اور مولانا عبدالصمد صاحب تھے۔ رات کو تقریباً ۲ بجے حضرت کو مولانا محمد فیاض مدنی اور حضرت مولانا مفتی ولی اللہ صاحب، مولانا عبدالصمد صاحب نے بہاولپور کے لئے روانہ کیا۔

حضرت مولانا اسماعیل شجاع آبادی کا دورہ اندرون سندھ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی گذشتہ ماہ تبلیغی دورہ پر اندرون سندھ تشریف لائے۔ اس سفر میں مولانا نے مختلف جلسوں، کانفرنسوں، طلباء کرام اور طالبات سے خطاب کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے مبلغین مولانا محمد علی صدیقی، مبلغ میرپور خاص، مولانا محمد یعقوب شجاع آبادی مبلغ ضلع بدین، مولانا محمد نذر عثمانی مبلغ حیدرآباد، بھی ہمراہ رہے۔ مولانا کا دورہ ضلع میرپور خاص سے شروع ہوا سب سے پہلا بیان مولانا کا مسجد عرفات سلطان آباد میں ہوا اور اس کے بعد میرپور خاص میں ایک جلسہ سے خطاب کیا۔ اس کے بعد کنری میں مختلف پروگراموں میں بیان کیا۔ اس کے بعد ڈگری جھڈو نوکوٹ میں جلسوں اور مدرسہ اللبنات کے پروگراموں میں بیان ہوئے۔ ضلع بدین سے مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا پہلا بیان ٹنڈو غلام علی میں ہوا۔ اس کے بعد ماتلی، تلہار، شادی لارج، کھوسکی، گولارچی میں بیانات ہوئے۔ ضلع ٹھٹھہ میں سب سے پہلا بیان مدرسہ دارالفیوض قاسمیہ حضرت مولانا عبدالغفور قاسمی کے مدرسہ میں طلباء کرام سے ہوا اور اس کے بعد گھارو میں ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کیا۔ جس میں حضرت مولانا قاری کمران احمد صاحب حیدرآباد اور مشہور نعت خواہ جناب حافظ ابوبکر صاحب بھی شامل تھے۔ اس کے بعد حیدرآباد میں دو دن بیانات ہوئے۔ ان تمام پروگراموں میں عوام الناس کو مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت سے آگاہ کیا گیا اور اس کے ساتھ طلباء کرام میں قادیانیت کے دجل وفریب کے سوالات کے جوابات اور رد قادیانیت پر مواد لکھایا گیا۔ مولانا کے اس پروگرام کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے حضرات کے علاوہ جمعیت علماء اسلام کے احباب کا بھی تعاون رہا۔ خصوصاً حضرت مولانا حفیظ الرحمان، مولانا شبیر احمد کرنالوی، مولانا زبیر احمد، حافظ محمد شریف صاحب قاری عبدالستار صاحب شامل ہیں۔

اظہار تعزیت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میر پور خاص کے بہت پرانے کارکن جناب مولا بخش ناگوری عرف چھوٹو بھائی کے والد جناب خدا بخش ناگوری گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ مولانا محمد علی صدیقی نے ان کے نماز جنازہ میں شرکت کی۔ اسی طرح مدرسہ مدینۃ العلوم شاہی بازار میر پور خاص کے مدرس اور مسجد عرفات سلطان آباد کے خطیب مولانا عنایت اللہ کے والد گذشتہ دنوں انتقال کر گئے۔

گولارچی میں قادیانیت سے تائب ہونے والے نومسلم محمد اکرم کا بھی انتقال ہوا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں اور قارئین لولاک سے درخواست ہے کہ ان کی بلندی درجات کی دعا کریں۔

مولانا زاہد وسیم، مولانا محمد طیب کے تبلیغی پروگرام

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے مبلغ مولانا محمد طیب نے مختلف علاقوں کا تبلیغی دورہ کیا۔ جہاں انہوں نے عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت اور قادیانیوں کی غیر آئینی سرگرمیوں سے عوام الناس کو آگاہ کیا۔ اس بارہ میں انہیں ذمہ داری کا احساس دلایا۔

مولانا محمد طیب نے اس سلسلہ میں جامع مسجد فاروق اعظم G\9\3 جامع مسجد مدنی، جامع مسجد حنفیہ، جامع مسجد توحیدیہ چک شہزاد اسلام آباد، جامع مسجد مرکزی لالہ رخ واہ فیکٹری، جامع مسجد فاروق اعظم واہ فیکٹری، مرکزی جامع مسجد ٹیکسلا، مرکزی جامع مسجد بابا کرم شاہ نوشہرہ، مرکزی جامع مسجد رسال پور، جامع مسجد سرداراں ملاں، جامع مسجد شیر علی استاد نوشہرہ کلاں، جامع مسجد مرکزی نوشہرہ شہر، جامع مسجد تحسین القرآن حکیم آباد، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، مدرسہ تعلیم القرآن نوشہرہ کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔ اس پورے سفر میں مولانا زاہد وسیم مبلغ راولپنڈی بھی ساتھ تھے۔ نیز مقامی علمائے کرام نے بھی اپنے مقام پر ان پروگراموں کو خوب کامیاب بنانے کی کوشش کی۔ مولانا تقی اللہ، مولانا عمر فاروق، مولانا اظہار الدین، مولانا نعیم اللہ جان حقانی، قاری محمد ریاض، قاری شیر احمد، مولانا جنت گل، قاری محمد یونس صاحب، ناظم جامعہ تحسین القرآن، مولوی محمد علی مولوی ابرار احمد صاحب، دیگر حضرات جزاہم اللہ تعالیٰ یادر ہے۔ ان تمام پروگراموں کی ترتیب جناب قاری محمد اسلم صاحب ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت نوشہرہ نے دی۔ مولانا محمد طیب، مولانا محمد زاہد وسیم کے ساتھ رہے۔ جب کہ دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مہتمم صاحب اور نائب مہتمم دامت برکاتہم العالیہ کی عدم موجودگی کے باعث صاحبزادہ محترم مولوی محمد بلال صاحب زیدہم بن حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے خیر مقدم کیا۔ مولانا محمد طیب، مولانا محمد زاہد وسیم، مولوی محمد علی نے عالم اسلام کے عظیم محدث دارالعلوم حقانیہ کے بانی شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہ کی قبر مبارک پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔

ختم نبوت کانفرنس ٹنڈو آدم

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ٹنڈو آدم کے زیر اہتمام چھبیسویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ اور صدر کانفرنس مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے کہا ہے کہ حکومت ناموس رسالت اور عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق ترامیم کے لئے مکمل تیاری کر چکی ہے اور ہم نے حکومت کی تمام غلط پالیسیوں پر اپنی نگاہ رکھی ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں پورے ملک میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے رابطہ مہم

شروع کردی ہے اور انشاء اللہ کسی بھی قیمت ناموس رسالت پر سودے بازی ہونے نہیں دی جائے گی اور اس سلسلے میں کسی قسم کا کوئی امریکی دباؤ قبول نہیں کریں گے۔ توہین رسالت کے قانون سے متعلق ہم ہر قسم کا امریکی دباؤ مسترد کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پاک فوج ملک کی سرحدوں کی محافظ ہے اور پاک فوج کا موٹو جہاد ہے۔ جب کہ پاک فوج میں شامل قادیانی ٹولہ جہاد کا عقیدے کے طور پر مخالف ہے اور اکھنڈ بھارت کا حامی ہے۔ اس لئے حکومت ہوش سے کام لے اور پاک فوج میں پاکستان کے سچے مخلص اور محب وطن افراد کو بھرتی کرے اور قادیانیت نوازی بند کر کے قادیانیوں کو آئین کا پابند بنائے اور انہیں توہین رسالت کرنے سے روکے۔ مسلمان سب کچھ برداشت کر سکتا ہے مگر ذرا برابر توہین رسالت کو برداشت نہ کرے گا۔ ماضی میں ۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں اگر تیس ہزار مسلمانوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا تو اب تیس لاکھ کفن پوش مجاہد اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کو تیار ہیں۔ اس لئے حکومت کسی طرح بھی تحفظ ختم نبوت کے مسئلے پر انتہائی سوچ سمجھ کر قدم اٹھائے، کانفرنس کی نگرانی صوبہ سندھ کے امیر اور داعی کانفرنس علامہ احمد میاں حمادی کر رہے تھے۔ کانفرنس میں مولانا حافظ محمد اکرم طوفانی، مولانا عبدالواحد کوئٹہ، مولانا انوار الحق حقانی، مولانا عبدالغفور قاسمی، مولانا سعید احمد جلالپوری، قاضی احسان احمد، مفتی حفیظ الرحمان رحمانی، علامہ محمد راشد مدنی، مفتی محمد طاہر مکی، مولانا محمد ارشد مدنی، مولانا اسجد مدنی، مولانا فیاض مدنی، مولانا خان محمد جمالی، مولانا محمد نذر عثمانی، مولانا محمد علی صدیقی، حافظ محمد زاہد حجازی، مفتی محمد عرفان، مولانا راشد حبیب، رانا محمد انور، منظور احمد میو ایڈووکیٹ، حافظ محمد طارق حمادی اور دیگر علماء کرام دانشور حضرات نے بھی خطاب کیا۔ مفتی محمد طاہر مکی اور حافظ محمد فرقان انصاری اخبار کے مالکان سے مکمل رابطے میں رہے۔ جب کہ سندھ کے معروف نعت خواں سید خیر محمد شاہ، سید خدا بخش شاہ اور راشد احمد نے ساحرانہ انداز میں ختم نبوت پر نعتیں پیش کیں۔ کانفرنس میں مولانا محمد علی صدیقی، مولانا محمد نذر عثمانی نے قرار دادیں پیش کیں کہ حکومت قادیانیت نوازی مکمل طور پر بند کرے۔ حکومت قانون ناموس رسالت کو اصلی شکل میں رہنے دے۔ اس میں ترمیم کر کے گستاخان رسول کو تحفظ فراہم نہ کرے۔ بین الاقوامی سطح پر اہانت رسول کے جرم کا ارتقاب مسلمان حکمرانوں کے منہ پر طمانچہ ہے۔ ان کے خلاف کارروائی کرنے کی بجائے ان کو ہر قسم کا تحفظ فراہم کیا جارہا ہے۔ کم ازکم حکمران حکومتی سطح پر ایسے ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کریں اور اپنا اثر ورسوخ استعمال کر کے ان کو کیفر کردار تک پہنچانے میں کردار ادا کریں۔ اندرون سندھ قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی غیر قانونی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے۔ پاک فوج کے کلیدی عہدوں سے قادیانی افسران کو برطرف کیا جائے۔ OGDC سے برطرف شدہ مسلمان افسر کو بحال کیا جائے۔ اس کی جگہ قادیانی افسر کو جو بھرتی کیا گیا ہے۔ اس کو برطرف کیا جائے۔ حکومت پورے ملک میں شہید شدہ مساجد کو اصل جگہ پر تعمیر کیا جائے اور مزید مساجد کو گرانے کا حکم واپس لیا جائے اور مساجد شہید کرانے والوں کو کڑی سزا دی جائے۔ اندرون سندھ قادیانیت سے مسلمان ہونے والے نومسلم چوہدری محمد شریف کھوکھر کے گھرانے کو تحفظ فراہم کیا جائے۔ بشیر آباد قادیانی اسٹیٹ میں گورنمنٹ ہائی اسکول کا پورا عملہ قادیانی ہے۔ اس میں سینکڑوں بچے زیر تعلیم ہیں۔ جس میں اکثریت مسلمانوں کی ہے وہاں پر مسلمان عملہ مقرر کیا جائے۔ گستاخ رسول ریاض احمد گوہر شاہی کی تمام ترارتدادی کتب اور اس کی نام نہاد

تنظیم انجمن سرفروشاں اسلام پر پابندی عائد کی جائے۔ یہ اجتماع حکومت کی جانب سے دینی مدارس میں بے جا مداخلت کی سخت مذمت کرتا ہے اور حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس میں مداخلت بند کی جائے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تبلیغی اسٹیکرز اور پمفلٹوں سے پابندی ہٹائی جائے۔ علمائے ختم نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مفتی نظام الدینؒ شامزئی، مفتی جمیل خانؒ، مولانا نذیر احمد تونسویؒ، کے قاتلوں کو بے نقاب کر کے ان کو سزائیں دی جائیں۔ یہ اجتماع سپریم کورٹ سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے موٹو کے اختیارات استعمال کرتے ہوئے بیس سالوں سے ماتحت عدالتوں میں التواء کا شکار توہین رسالت کے مقدمات کو جلدی نمٹانے کا حکم دے۔ حکومت ڈنمارک، ناروے اور دیگر گستاخ ممالک سے فوری طور پر اپنے تعلقات ختم کر دے۔

جناب غلام محمد بھٹہ کا سانحہ ارتحال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوٹری ضلع جام شورو کے امیر اور کوٹری سائٹ ایریا ضلع جام شورو کے ہردلعزیز رہنما جناب غلام محمد بھٹہ صاحب ۱۱ر مارچ کی شام ۵ بجے دل کا دورہ پڑنے کی وجہ سے انتقال فرما گئے۔ غلام محمد بھٹہ مرحوم ضلع سرگودھا کے رہائشی تھے۔ لیکن عرصہ تیس سال سے علاقہ کوٹری میں رہائش پذیر تھے۔ علاقے کی مشہور ومعروف یونین کونسل بھلادیں کے بلا مقابلہ چیئرمین منتخب ہوئے۔ حلقہ میں فلاحی کاموں کے لئے غلام محمد بھٹہ صاحب سے بڑھ کر کوئی اور کام کرنے والا نہیں تھا۔ کوٹری سائٹ ایریا میں ۱۹۹۰ء میں جب قادیانیوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا تو مرحوم نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں شمولیت اختیار کی اور تا وفات جماعت ختم نبوت کوٹری کے امیر رہے۔ ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے لئے کبھی کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ فتنہ قادیانیت اور گوہر شاہی فتنہ کے خلاف جماعتی رفقاء کے ساتھ مل کر سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہوئے۔ قادیانی فتنہ کے سدباب کے لئے قانونی چارہ جوئی بھی کی۔ عرصہ نو سال تک تیس کیس زیر سماعت رہے اور قادیانیوں کو سزائیں ملیں۔ اس علاقے میں قادیانی فتنہ کے علاوہ گوہر شاہی فتنہ بھی موجود تھا۔ قادیانی فتنہ کے خلاف کام کرنا آسان تھا۔ جب کہ گوہر شاہی فتنہ کے خلاف کام کرنا نہایت مشکل تھا۔ بندہ (محمد نذر عثمانی) جب حیدرآباد میں بحیثیت مبلغ تعینات ہوا تو مجھے اس وقت سے بھٹہ صاحب کی رفاقت نصیب ہوئی۔ گوہر شاہی فتنہ کے خلاف جلسہ، جلوس، احتجاج دینی الٰہی نامی کتابچہ کی ضبطی سمیت ہر کام میں وہ پیش پیش رہے۔ جب حکومت نے بعض مذہبی تنظیموں کو کالعدم قرار دے کر ان کے خلاف کریک ڈاؤن کیا تو کوٹری جماعت کے امیر اور جنرل سیکرٹری کی حیثیت سے جناب غلام محمد بھٹہ اور حاجی محمد زمان خان کو تین ماہ کے لئے سینٹرل جیل حیدرآباد میں نظر بند کر دیا گیا۔ لیکن بھٹہ مرحوم اور حاجی زمان خان نے یہ وقت انتہائی بہادری اور جرأت کے ساتھ گزارا۔ بھٹہ صاحب کہا کرتے تھے کہ لوگ چوری، ڈکیتی اور قتل کر کے جیل جاتے ہیں۔ ہم ناموس رسالت ﷺ کے تحفظ کے سلسلے میں جیل گئے اور یہ بھی فرماتے تھے کہ جیل کے دیگر ساتھیوں کے ساتھ مجھے بھی تہجد کی نماز کی عادت پڑ گئی۔ جو جیل کی اس تین ماہ کی نظر بندی کا میرے لئے تحفہ ہے۔ جناب غلام محمد بھٹہ مرحوم کو جماعت کے اکابرین سے والہانہ محبت اور عقیدت تھی۔ سابق نائب امیر مرکزیہ شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری، مرکزی خازن حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت

مولانا سعید احمد جلالپوری دامت برکاتہم جب بھی حیدرآباد یا کوٹری کے دورہ پر تشریف لاتے تو ان کی آمد پر پھولے نہ سماتے۔ گوہر شاہی فتنہ کے سدباب کے لئے شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ نے ایک مرکز کے قیام کا حکم فرمایا تو ۱۹۹۸ء میں ایک پلاٹ جامع مسجد ختم نبوت کے نام سے خریدا گیا۔ جس کی رقم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان نے ادا کی۔ جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلے میں مرحوم انتہائی فکرمند رہتے اور راقم الحروف کو ہمیشہ اس کی طرف توجہ دلاتے رہتے۔ یہاں تک کہ حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری مدظلہ نے خصوصی توجہ فرماتے ہوئے جامع مسجد ختم نبوت مکمل تعمیر کروائی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء! بارہا مسجد ختم نبوت کی تعمیر کے حوالے سے کہتے کہ کاش ہماری موت سے قبل مسجد کی تعمیر مکمل ہو جائے۔ بالآخر بھٹہ صاحب کی آرزو پوری ہوئی اور الحمدللہ! جامع مسجد ختم نبوت کی تعمیر مکمل ہوئی۔ حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری صاحب نے اس مسجد کا افتتاح فرمایا۔ بھٹہ مرحوم زکوٰۃ وعشر کمیٹی اور مصالحتی کمیٹی کے چیئرمین بھی رہے۔ ساری زندگی دینی اور فلاحی کاموں میں گزاری۔ ۱۰ر مارچ کو بندہ سے ملاقات ہوئی، ۱۱ر مارچ کی شام ۴ بجے تک بالکل تندرست تھے۔ لیکن شام ۵ بجے دل کا دورہ پڑا اور وہ کلمہ طیبہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نماز جنازہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی راقم الحروف اور کوٹری جماعت کے جنرل سیکرٹری حاجی محمد زمان خان نے کی۔ علاقے کے علماء کرام نے کثیر تعداد میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔ جناب غلام محمد بھٹہ مرحوم نے اپنے پیچھے تین بیٹے، تین بیٹیاں اور بیوہ سوگوار چھوڑیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین!

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی قائدین خواجہ خواجگان حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم، حضرت اقدس سید نفیس الحسینی دامت برکاتہم، حضرت مولانا عزیز الرحمن جالندھری مدظلہ، حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ، حضرت مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہ، حضرت علامہ احمد میاں حمادی مدظلہ، حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری مدظلہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد کے رہنماؤں مولانا ڈاکٹر عبدالسلام قریشی، مولانا محمد رب نواز جلالپوری، مولانا ڈاکٹر سیف الرحمن آرائیں، مولانا محمد نذر عثمانی، مولانا خان محمد اور حاجی محمد زمان خان نے اپنے ایک مشترکہ بیان میں مرحوم کے لئے درجات کی بلندی اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل اور اجر جزیل کی دعا کی۔

ناظم تبلیغ مولانا اسماعیل شجاع آبادی کا دورہ حیدرآباد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ناظم تبلیغ حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی مدظلہ اندرون سندھ کے تبلیغی دورہ پر گذشتہ روز حیدرآباد تشریف لائے۔ حلقہ حیدرآباد کے پروگراموں میں پہلا پروگرام گھاروشہر میں ہوا۔ جس کا انتظام مجاہد ختم نبوت حافظ عبدالخالق اور ان کے رفقاء نے کیا تھا۔ چانڈیہ محلّہ کی جامع مسجد میں ختم نبوت کانفرنس ہوئی۔ تلاوت کے بعد نعت کراچی کے معروف نعت خواں حافظ محمد ابوبکر نے پیش کر کے ماحول کو گرما دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے مدلل ومفصل بیان فرمایا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے فاضل نوجوان مقرر قاضی احسان احمد نے اپنے مخصوص انداز خطابت سے عوام کو محظوظ فرمایا۔ آخری مقرر حیدرآباد کے جناب قاری کامران احمد تھے۔ مولانا محمد علی صدیقی اور مولانا محمد نذر عثمانی نے بھی کانفرنس سے خطاب کیا۔ بعدازاں مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

نے رات کو بعد نماز عشاء میر فضل ٹاؤن کی فضل مسجد میں بیان کیا۔ حیدرآباد جماعت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد رب نواز مدظلہ اور مولانا محمد عاصم نے آپ کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ اس کے بعد مولانا شجاع آبادی، جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات تشریف لے گئے۔ جہاں مہتمم مولانا عزیز احمد صاحب اور دیگر اساتذہ کرام نے ان کا استقبال کیا۔ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی کا اگلا پروگرام جامعہ فیض القرآن للبنات میں ہوا۔ جس کے مہتمم مولانا عزیز الرحمٰن اور ناظم تعلیمات مفتی محمد نعیم میمن ہیں۔ مدرسہ کی چار سو سے زائد طالبات میں عقیدۂ ختم نبوت سے متعلق انتہائی اہم بیان ہوا۔ جس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی۔ جو ایک گھنٹہ تک جاری رہی۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے سبز آرائیاں جامع مسجد پھلیلی حیدرآباد میں ختم نبوت کانفرنس سے قاری کامران احمد، مولانا نادر محمد شاہ اور مولانا نذر عثمانی کے ہمراہ خطاب فرمایا۔ جمعیت علماء اسلام کے رہنماء جناب حاجی گل محمد کی دعا پر کانفرنس اختتام پذیر ہوئی۔ قاری کامران احمد نے مولانا شجاع آبادی کے اعزاز میں عشائیہ کا اہتمام کیا۔ بعد ازاں رات گئے مرکزی ناظم تبلیغ مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی صاحب پروگرام کے اختتام پر ملتان واپس تشریف لے گئے۔ ان تمام پروگراموں کے دوران مدارس اور مساجد میں عقیدہ ختم نبوت اور تردید قادیانیت پر مشتمل لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

مولانا فقیر اللہ کا خطبہ جمعہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع سیالکوٹ کے مبلغ مولانا فقیر اللہ اختر گذشتہ دنوں چونڈہ مرکزی جامع مسجد شاہ فیصل تشریف لائے۔ مولانا نے نماز جمعہ کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں پر زور دیا کہ وہ اپنی زندگیاں عملی طور پر نبی کریم ﷺ کی پاکیزہ سیرت میں ڈھالیں۔ نماز جمعہ کے اجتماع میں خطیب قاری محمد انور النصر نے بھی خطاب کیا۔

ختم نبوت کانفرنس خانیوال

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت خانیوال کے زیر اہتمام گذشتہ ماہ جامع مسجد صدیقی ایک مینار والی میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت عالمی مجلس کے ضلعی امیر پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ عبدالماجد صدیقی صاحب نے کی۔ کانفرنس سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنما حضرت مولانا اللہ وسایا، حضرت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن راولپنڈی، حضرت مولانا عطاء المنعم اور حضرت حضرت مولانا عبدالستار گورمانی نے خطاب فرمایا۔ جب کہ نعتیہ کلام جناب آصف رشیدی صاحب، جناب طاہر بلال چشتی صاحب اور جناب حافظ بلال صاحب نے پیش کیا۔ الحمدللہ کانفرنس بہت ہی کامیاب رہی۔

اظہار تعزیت: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت وہاڑی کے امیر حضرت مولانا حافظ شبیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد باغ والی کے بیٹے حافظ محمد وسیم گذشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ نماز جنازہ میں علماء کرام کے علاوہ مقامی حضرات نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مجلس کی نمائندگی خانیوال کے مبلغ حضرت مولانا عبدالستار گورمانی نے کی۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے اکابر واصاغر مولانا شبیر احمد سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے دعاءگو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطاء فرمائیں اور مولانا کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔ آمین!

حضرت واثلہ بن اسقعؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا

"حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (حضرت) اسمٰعیل (علیہ السلام) کی اولاد میں سے کنانہ کو چنا اور اولاد کنانہ میں سے قریش کو چنا اور اولاد قریش میں سے بنی ہاشم کو چنا اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو چنا" (مسلم)

بنو ہاشم کے مصداق کا بیان

- عبدمناف
  - (۱) مطلب
  - (۲) ہاشم
    - عبدالمطلب
      - (۱) عبداللہ
        - حضرت محمد ﷺ
          - (۱) زینبؓ
          - (۲) رقیہؓ
          - (۳) ام کلثومؓ
          - (۴) فاطمہؓ
            - حسنؓ
            - حسینؓ
      - (۲) عباس
      - (۳) حارث
      - (۴) ابوطالب
        - (۱) علیؓ
        - (۲) جعفرؓ
        - (۳) عقیلؓ
      - (۵) حمزہؓ
      - (۶) ابولہب
      - (۷) زبیر
      - (۸) حجل
      - (۹) ضرار
      - (۱۰) مقوم
      - (۱) صفیہ
      - (۲) عاتکہ
      - (۳) برہ
      - (۴) اروی
      - (۵) امیمہ
      - (۶) ام حکیم، بیضا
  - (۳) عبدشمس
    - امیہ
      - ابوالعاص
        - عفان
          - عثمانؓ
    - عبدالعزی
      - ربیع
        - ابوالعاصؓ
  - (۴) نوفل

- **قریش:** آپ ﷺ کا قبیلہ ہے۔ جس کی بہت سی شاخیں یعنی خاندان ہیں۔ ان میں سب سے اعلیٰ خاندان بنو ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب ہے۔
- **بنو ہاشم:** آپ ﷺ کا خاندان ہے جس کو خاص فضیلت ہے اسی لئے ان **کو زکوٰۃ اور دیگر صدقات واجبہ نہیں دیئے جا سکتے** جب کہ قریش کے دیگر خاندانوں کو تمام صدقات دیے جا سکتے ہیں۔
- **اولاد فاطمہؓ:** آپ ﷺ کی آل مبارک ہے جن کو ہمارے عرف میں "**سید**" کہا جاتا ہے۔ حضرت علیؓ کی دوسری ازواج سے اولاد "**ہاشمی علوی**" کہلاتی ہے۔
- آپ ﷺ کی چاروں بیٹیوں کی اولاد ہوئی تو تھی مگر نسل جاری نہ رہی۔ حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا جبکہ حضرت رقیہؓ اور حضرت ام کلثومؓ کا نکاح یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ آپ ﷺ کے تین فرزند ہوئے اور بچپن ہی میں فوت ہو گئے۔ (۱) حضرت قاسمؓ (۲) حضرت عبداللہؓ ان کا لقب طیب اور طاہر تھا (۳) حضرت ابراہیمؓ۔
- آپ ﷺ کو جب نبوت عطا ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ کے چار چچا حیات تھے۔ (۱) حضرت عباسؓ: یہ خود اور ان کی تمام اولاد مسلمان ہوئی اور ان کی نسل بھی جاری ہوئی۔ (۲) حضرت حمزہؓ: یہ مسلمان ہو گئے مگر ان کی نسل جاری نہ ہوئی۔ (۳) ابو طالب: اگرچہ خود مسلمان نہ ہوئے مگر آپ ﷺ کی خدمت کی اور ان کے تینوں لڑکے مسلمان ہو گئے اور ان کی نسل جاری ہوئی۔ (۴) ابو لہب: مسلمان بھی نہ ہوا اور تکالیف دیتا رہا۔ آپ ﷺ نے اس کو اپنے خاندانی شرف سے نکال دیا۔ ابو لہب کی اولاد کو ہاشمی کی فضیلت حاصل نہ ہوئی۔ یہ آپ ﷺ کا حقیقی چچا تھا۔ یہ لوگوں میں مشہور ہے کہ ابو جہل آپ ﷺ کا چچا تھا، یہ غلط ہے وہ تو بنو ہاشم سے بھی نہیں تھا بلکہ وہ قریش کی ایک اور شاخ بنو مخزوم میں سے تھا۔
- آپ ﷺ کے چچا حارث کی تمام اولاد مسلمان ہوئی اور ان کی نسل بھی جاری ہوئی۔ باقی چچاؤں کی تعداد اور ناموں میں اگرچہ اختلاف ہے مگر کسی کی بھی نسل جاری نہ رہی۔
- اس لئے اب کتب نسب میں ہاشمی کے مصداق سے **بنو ہاشم کا مصداق** درج ذیل پانچ حضرات کی اولاد ہیں: (۱) عباس بن عبدالمطلب (۲) حارث بن عبدالمطلب (۳) علی بن ابی طالب (۴) جعفر بن ابی طالب (۵) عقیل بن ابی طالب۔ بس ان کے علاوہ کسی کو ہاشمی کہنا جائز نہ ہوگا۔

جمع و ترتیب: محمد عابد

ننھیالی نسب مبارک

محمد ﷺ بن آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ "کلاب" پر ددھیالی و ننھیالی نسب ایک ہو جاتا ہے۔

احتساب قادیانیت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اکابرین کے ردقادیانیت پر رسائل کے مجموعہ جات کو شائع کرنے کا کام شروع کیا ہے، چنانچہ احتساب قادیانیت ✪ جلد اول، مولانا لال حسین اخترؒ ✪ جلد دوم، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ ✪ جلد سوم مولانا حبیب اللہ امرتسریؒ ✪ جلد چہارم، حضرت مولانا محمد انورشاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ ✪ جلد پنجم، حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ✪ جلد ششم، قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی ✪ جلد ہفتم حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ ✪ جلد ہشتم، نہم، حضرت مولانا محمد ثناء اللہ ✪ جلد دھم، حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ اور حضرت مولانا غلام دستگیر قصوریؒ ✪ جلد یازدہم، دوازدہم، جناب بابو پیر بخشؒ ✪ جلد سیزدھم حضرت مولانا محمد شفیع، حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ، حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانیؒ ✪ جلد چہاردھم، جناب ابوعبیدہ نظام الدین بی اے ✪ جلد پانزدھم، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ، شیر اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ✪ جلد شانزدھم، مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ، مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ، مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ ✪ جلد ہفدھم، حضرت مولانا عبدالغنی پٹیالویؒ، حضرت مولانا نور محمد خان ٹانڈویؒ کے رسائل کے مجموعہ پر مشتمل ہیں جو کہ چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ فالحمدللہ علی ذالک۔ ان تمام اکابرین امت کے فتنہ قادیانیت کیخلاف رشحات قلم کا مطالعہ آپکے ایمان کو جلا بخشے گا۔

نوٹ: قیمت مکمل سیٹ 1700 روپے ہے، ڈاک خرچ کتب منگوانے والے حضرات کے ذمہ ہوگا۔

شعبہ نشرواشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان

تعمیر میں تعاون کی اپیل

مسجد خاتم النبیین و مدرسہ ختم نبوت

گمبٹ ضلع خیر پور میرس سندھ

امیر مرکزیہ حضرت اقدس مولانا خواجہ **خان محمد** صاحب دامت برکاتہم نے سنگ بنیاد رکھا

تعمیر کا کام جاری ہے۔احباب سے تعاون کی اپیل ہے

شیخ عبدالسمیع ناظم مجلس تحفظ ختم نبوت گمبٹ ضلع خیرپور میرس فون 0243-640076 موبائل 0301-6685585

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی نئی مطبوعات

محض اللہ رب العزت کے فضل وکرم، احسان وتوفیق، عنایت ورحمت سے فتاویٰ ختم نبوت کی جلد اول، اور جلد دوم کے بعد اب جلد سوم (آخری) بھی پیش خدمت ہے۔ جلد اول میں ۲۹ کتب فتاویٰ جات سے رد قادیانیت کے فتویٰ جات کو یکجا تبویب کر کے شائع کیا تھا، دوسری جلد میں ان ۳۱ رسائل وکتب فتاویٰ جات کو جمع کیا گیا جو فتوے علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں شائع ہوئے تھے۔ پہلی جلد جون ۲۰۰۵ء، دوسری جلد ستمبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہوئی اور تیسری جلد فروری ۲۰۰۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

☆ فتویٰ ختم نبوت جلد اول کے صفحات ۵۴۴ ☆ فتویٰ ختم نبوت جلد دوم کے صفحات ۵۳۱

☆ فتویٰ ختم نبوت جلد سوم کے صفحات ۲۵۲ ☆ میزان ۱۳۲۷

رب کریم کے کرم کو دیکھیں کہ قادیانی فتنہ کے خلاف پہلا فتویٰ سن ۱۳۰۱ھ میں شائع ہوا، ۱۰۱ سو سال بعد ان تمام فتویٰ جات کو جمع کیا گیا تو ان کے صفحات کی تعداد بھی حذف کسر کے بعد ۱۳۰۰ قرار پائی۔

اس تیسری جلد میں ۱۰ رسائل شامل ہیں، ان رسائل میں "قادیانی ارتداد" کی شرعی وقانونی حیثیت پر بحث کی گئی ہے۔

قیمت جلد اول -/150 روپے ڈاک خرچ -/60 روپے

قیمت جلد دوم -/150 روپے ڈاک خرچ -/60 روپے

ملنے کا پتہ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان فون: ۴۵۱۴۱۲۲